رجسٹر نمبر ایل ۱۷۷۵

قال اللہ تعالیٰ وقرآناً فرقناہ لتقرأہ علی الناس علی مکث ونزلناہ تنزیلا

چوں آیت موصوفہ دال است بر نافعیت تعلیم تدریجی برائے

عامۂ ناس حاضر باشد یا بادی و نیز بر ضرورت تعلیم علوم قرآنیہ یعنی دینیہ مشتمل است

بر مقاصد و مبادی و پس اتباعاً للنص المذکور صحیفۂ شہریہ کہ متدرج بہ تدریج شہور

مسمے بہ

الہادی

جلد ۶ | بابت ماہ ربیع الثانی سنہ ۱۳۴۹ھ | نمبر ۱۲

کہ جامع است انواع علوم دینیہ را برائے ہر طالب و ہادی و مذکر است و رہبر مجالس و نادی

و مسکن است برائے ہر جائع و صادی بصورت ترجمۂ رسالۃ الانوار المحمدی و تسہیل المواعظ

و حل اشتباہات و کلید مثنوی و تشرف و ترجیح انوار الحج ملفوظات اشرفیہ و سیرۃ الصدیق کہ اکثر آں مستفاد است

از درگاہ ارشادی یعنی خانقاہ اشرفی امدادی باہتمام و ادارہ محمد عثمان عامی رہبر راہ اسلامی

در محبوب المطابع دہلی مطبوع گردید

از کتبخانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی بزندگانی بر صدر رسیده میگردد

سہ ہذا التفسیر العام ماخوذ من حدیث تفسیر مشہور کتاب الدر المنثور باب جمع ۱۲

فہرست مضامین

رسالہ الہادی بابت ماہ ربیع الثانی ۱۳۴۹ھ ہجری نبوی صلعم
جو بہ برکت دعا حکیم الامۃ محی السنۃ حضرت مولٰنا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی
کتب خانہ اشرفیہ دریبہ کلاں دہلی سے شائع ہوتا ہے

تفسیر حل القرآن

(از مولانا مولوی حبیب احمد صاحب کیرانوی سلمہ)

یہ تفسیر آجکل کی ضروریات کے لحاظ سے نہایت کارآمد اور دلچسپ ہے جسکی خصوصیات یہ ہیں (۱) ترجمہ سلیس شگفتہ ہے جس میں لغت اور محاورہ دونوں کی کافی رعایت ہے زبان نہ بازاری بلکہ مبتذل نہ محض کتابی و مغلق (۲) تفسیر اتنی مختصر کہ مقصود میں مخل ہو نہ ایسی طویل کہ ناظرین کیلئے اکتا دینے والی ہو (۳) تفسیر کی تقریر ایسے انداز سے کیگئی ہے کہ اس سے اجزاء قرآنیہ میں نہایت لطیف ارتباط بھی ظاہر ہوگیا ہے (۴) بعض جگہ حکیم الامۃ مجدد الملۃ حضرت تھانوی مدظلہ کے حواشی ہیں جنمیں بعض حواشی سے حضرت الامام مدظلہ کا جوش وجد ظاہر ہوتا ہے جو غایت استحسان کے ناشی ہوا (۵) بعض فرق باطلہ کے تمسکات کا مواقع حاجت میں جواب بھی دیا گیا ہے اور جواب بھی بہت پسندیدہ یہ مختصر نمونہ ہے خصوصیات کا باقی مطالعہ سے جو خصوصیات مشاہد ہونگی وہ ان کے علاوہ ہے اسکی پہلی جلد یعنی سورہ بقر کی تفسیر کتابی صورت میں شائع ہوئی ہے جسکی قیمت (عہ) ہے۔ اور آل عمران سے الہادی میں شروع کر دی ہے جو ہدیہ ناظرین ہے۔ اگر کسی صاحب کو سلسلہ کی ضرورت ہو تو سورہ بقر طلب فرما دیں)

اور جبکہ اللہ بفضل بیشمار نے پھر کمال قدرت کو اونکی آنکھوں کے سامنے لا کھڑا کیا تو وہ استبعاد بھی ختم ہو گیا۔ اور) انھوں نے کہا کہ اے میرے پروردگار (پھر) آپ میرے لئے کوئی نشانی مقرر فرما دیجئے (جس سے میں سمجھ لوں۔ کہ اب میری بیوی کو حمل رہ گیا ہے حق تعالیٰ نے) فرمایا کہ تمھاری نشانی یہ ہے کہ تم تین دن لوگوں سے بات نہ کروگے ہاں اشارہ سے (گفتگو کروگے) اور تم کو چاہئے کہ حق تعالیٰ کی خوب یاد کرو۔ اور صبح و شام اوسکی تسبیح کرو۔ (دیکھو لڑکے کی خوشی میں اسمیں کمی نہ آوے۔ اس واقعہ سے حق تعالیٰ کی آل عمران و آل ابراہیم پر کمال عنایت و توجہ ظاہر ہوئی۔ اب دوسرا قصہ سنو۔ حق تعالیٰ فرماتے ہیں ایک قصہ تو یہ تھا)

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰىكِ وَطَهَّرَكِ وَاصْطَفٰىكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ۝ يٰمَرْيَمُ اقْنُتِيْ لِرَبِّكِ وَاسْجُدِيْ وَارْكَعِيْ مَعَ الرّٰكِعِيْنَ ۝ ذٰلِكَ مِنْ اَنْۢبَآءِ الْغَيْبِ نُوْحِيْهِ اِلَيْكَ ؕ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يُلْقُوْنَ اَقْلَامَهُمْ اَيُّهُمْ يَكْفُلُ مَرْيَمَ ۠ وَمَا كُنْتَ لَدَيْهِمْ اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ ۝ اِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ يُبَشِّرُكِ بِكَلِمَةٍ مِّنْهُ ۖ اسْمُهُ الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ وَجِيْهًا فِى الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ وَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ۝ وَيُكَلِّمُ النَّاسَ فِى الْمَهْدِ وَكَهْلًا وَّمِنَ الصّٰلِحِيْنَ ۝

اور (دوسرا قصہ یہ ہے) جس وقت فرشتوں نے کہا تھا کہ اے مریم اللہ تعالیٰ نے تمہیں برگزیدہ بنایا ہے۔ اور تمکو (برائیوں سے) پاک (صاف) کیا ہے اور تمام جہان کی عورتوں کے مقابلہ میں تمہیں منتخب کیا ہے (لہذا) اے مریم تم اپنے پروردگار کی اطاعت کرتی رہو۔ اور سجدہ کرتی رہو۔ اور رکوع کرنے والوں کے ساتھ۔ رکوع کرتی رہو (ساتھ سے مراد یہ نہیں کہ تم جماعت میں شریک ہو کر ایسا کرو بلکہ مطلب یہ ہے کہ اور جو لوگ مسلمان ہیں۔ اور خدا کے لئے نمازیں پڑھتے ہیں تم بھی ان کی موافقت کرو۔ اور ان کی طرح تم بھی نماز ادا کرتی رہو۔ نماز کے اجزا میں سے

۲۵

قَالَتْ رَبِّ اَنّٰى يَكُوْنُ لِىْ وَلَدٌ وَّلَمْ يَمْسَسْنِىْ بَشَرٌ ؕ قَالَ كَذٰلِكِ اللّٰهُ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ؕ اِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ وَيُعَلِّمُهُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ وَالتَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۝ وَرَسُوْلًا اِلٰى بَنِىْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ اَنِّىْ قَدْ جِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ ۙ اَنِّىْٓ اَخْلُقُ لَكُمْ مِّنَ الطِّيْنِ كَهَيْـَٔةِ الطَّيْرِ فَاَنْفُخُ فِيْهِ فَيَكُوْنُ طَيْرًا بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُبْرِئُ الْاَكْمَهَ وَالْاَبْرَصَ وَاُحْىِ الْمَوْتٰى بِاِذْنِ اللّٰهِ ۚ وَاُنَبِّئُكُمْ بِمَا تَاْكُلُوْنَ وَمَا تَدَّخِرُوْنَ ۙ فِىْ بُيُوْتِكُمْ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ وَمُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَىَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَلِاُحِلَّ لَكُمْ بَعْضَ الَّذِىْ حُرِّمَ عَلَيْكُمْ وَجِئْتُكُمْ بِاٰيَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاتَّقُوا اللّٰهَ وَاَطِيْعُوْنِ ۝ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ فَلَمَّآ اَحَسَّ عِيْسٰى مِنْهُمُ

۲۶

ان دو جزوں کو اسلئے اختیار کیا ہے کہ ان میں عاجزی زیادہ ہے اور اسلئے گویا کہ یہی نماز کے اصلی اجزا ہیں مع الراکعین میں ترغیب اور تسہیل ہے نماز کی۔ یعنی یہ کام کچھ دشوار نہیں۔ کیونکہ اور بھی تو کرتے ہیں یوں ہی تم بھی کرو۔ اب حق تعالیٰ ان مضامین کے ضمن میں ایک مقصودہ نتیجہ بیان فرماتے ہیں جو کہ ان سے پیدا ہوتا ہے۔ یعنی ثبوت نبوت جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جو کہ مبنی ہے۔ امر بالاطاعت والاتباع کا۔ اور فرماتے ہیں کہ) یہ (باتیں جواب تک تم سے بیان کی گئیں ہیں) غیب کی خبروں میں سے ہیں۔ جن کو ہم نے تمھاری طرف وحی کیا ہے (اور یہ دلیل ہے تمہارے نبی برحق ہونے کی کیونکہ نہ آپ ان واقعات کے وقت موجود تھے) اور نہ آپ اسوقت ان کے پاس موجود تھے جبکہ وہ اپنے قلم (قرعہ کے طور پر اس غرض سے) ڈال رہے تھے کہ (دیکھیں) مریم کا

الْكُفْرَ قَالَ مَنْ أَنْصَارِي إِلَى اللَّهِ قَالَ الْحَوَارِيُّونَ نَحْنُ أَنْصَارُ اللَّهِ آمَنَّا بِاللَّهِ وَاشْهَدْ بِأَنَّا مُسْلِمُونَ ۝ رَبَّنَا آمَنَّا بِمَا أَنْزَلْتَ وَاتَّبَعْنَا الرَّسُولَ فَاكْتُبْنَا مَعَ الشَّاهِدِينَ ۝ وَمَكَرُوا وَمَكَرَ اللَّهُ وَاللَّهُ خَيْرُ الْمَاكِرِينَ ۝

کفیل کون ہو (اور کسکی قسمت میں یہ سعادت ہے) اور آپ اسوقت بہی ان کے پاس نہ تہے. جبکہ وہ (کفالت کے باب میں) جھگڑ رہے تہے (جس کے بعد قرعہ اندازی کے ذریعہ سے فیصلہ طے پایا تہا اور انہوں نے قرعہ اندازی کی تہی جس کا ابہی ذکر آیا ہے۔ یہ تمام باتیں دلیل ہیں کہ آپ صاحب وحی ہیں۔ اور سچے نبی ہیں اور اگر کوئی دعوے کرے کہ یہ باتیں آپ کو وحی کے سوا کسی اور ذریعہ سے معلوم ہوئی ہیں۔ تو اس کا ثبوت دے۔ آپ کا صرف اتنا کہدینا کافی ہے کہ مجھے یہ باتیں وحی سے معلوم ہوئی ہیں۔ کیونکہ میرے پاس ان کے علم کا اور کوئی ذریعہ نہیں۔ جیسا کہ تم لوگوں پر میرے حالات سے ظاہر ہے

اس ضمنی مضمون کے بعد پھر اصل قصہ کیطرف انتقال فرماتے ہیں اور فرماتے ہیں) یعنی اوسوقت[۱] جبکہ فرشتوں نے مریم سے کہا کہ اللہ تعالےٰ تم کو اپنی ایک بات کی خوشخبری دیتے ہیں۔ جن کا نام مسیح عیسیٰ بن مریم ہے۔ بحالیکہ وہ دنیا میں بہی ذی وجاہت ہوں گے اور آخرت میں بہی +

اور خدا کے مقربوں میں سے ہوں گے۔ اور لوگوں سے گہوارہ میں (بہی) اور ادہیڑ ہونے کی حالت میں (بہی) کلام کریں گے اور نیک لوگوں میں سے ہوں گے تو مریم نے کہا۔ کہ اے میرے رب میرے لڑکا کیسے ہوگا مجہے تو کسی مرد نے ہاتھ بھی نہیں لگایا۔ حق تعالیٰ نے فرمایا۔ کہ یوں ہی ہوگا اللہ تعالیٰ (کو اسباب کی ضرورت نہیں۔ وہ بغیر اسباب کے بھی اور اسباب سے بھی) جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے (چنانچہ) جب وہ کسی بات کو

ع ۵ / ۱۳ — ۲۷

[۱] فیہ اشارۃ الی ان اذا الثانیۃ بدل من الاولی و ما بینہما اعتراض ۱۲۔

طے کر چکتا ہے (کہ یوں ہو) تو اس سے صرف یہ کہدیتا ہے کہ ہو جا سو وہ ہو جاتی ہے (یعنی کسی کام کے ہونے میں صرف حکم کی دیر ہے۔ جہاں حکم ہوا اور ہو گیا الغرض وہ اسے ضرور پیدا کرے گا) اور اسکو آسمانی کتابیں اور حکمت اور (خاصکر) توریت و انجیل سیکھائیگا اور بنی اسرائیل کے پاس خدا کا پیغام لانیوالا (بنائے گا) کہ میں تمہارے پاس تمہارے رب کیطرف سے (اپنی رسالت پر) یہ نشانی لیکر آیا ہوں کہ میں تمہارے لئے مٹی کی ایک مورت پرندہ کی شکل کی بناؤں گا۔ پھر اس میں پھونک ماروں گا (میرا کام صرف اتنا ہوگا) اس کے بعد وہ خدا کے حکم سے (نہ کہ میری قدرت و اختیار سے) سچ مچ پرندہ ہو جائیگا۔ اور میں بحکم خداوندی (نہ کہ اپنے قدرت و اختیار سے کیونکہ میں بندہ اور عاجز اور مخلوق ہوں)۔ مادر زاد اندھوں۔ اور برص کے مریضوں کو اچھا کروں گا۔ اور مردوں کو زندہ کروں گا۔ اور میں تمہیں (خدا کی وحی سے) ان چیزوں کی خبر دوں گا۔ جو کہ تم کھاتے ہو اور اپنے گھروں میں جمع رکھتے ہو۔ انہیں تمہارے لئے (میری رسالت کی) ایک (بڑی) دلیل ہے۔ اگر تم مانو۔ اور (میں تمہارے پاس) ایسی حالت میں (آیا ہوں) کہ اپنے سے پہلے کتاب تورات کی تصدیق کرتا (اور مانتا) ہوں (اسلئے کسیکو یہ بھی گنجائش نہیں کہ وہ یہ کہے۔ کہ یہ کیسا رسول ہے۔ جو کہ خدا کی کتاب کو جھٹلاتا ہے) اور (میں) اس لئے (آیا ہوں) کہ (تمہارے لئے کسی قدر آسانی کر دوں۔ اور) تمہارے لئے بعض وہ باتیں حلال کر دوں۔ جو تمہارے اوپر حرام کر دی گئی تھیں (اس لئے میرے ماننے میں تمہارا فائدہ بھی ہے) اور (یہ میں اپنی طرف سے نہ کروں گا۔ بلکہ سب خدا کے حکم سے کرونگا اور) اسکی دلیل میں تمہارے پاس لایا ہوں۔ (جیسا کہ پیشتر کہا جا چکا ہے) پس تم خدا سے ڈرو۔ اور میرا کہا مانو۔ اللہ میرا بھی رب ہے اور تمہارا بھی پس (جس طرح میں اسکی پرستش کرتا ہوں) تم (بھی)

۲۸

اسکی پرستش کرو یہ سیدھا رستہ ہے۔ (اس پیغام کا پہنچانا تھا۔ کہ بنی اسرائیل میں مخالفت کی آگ بھڑک اٹھی اور رفتہ رفتہ یہاں تک نوبت پہنچی۔ کہ ایذا رسانی سے گذر کر ان کے قتل کے درپے ہو گئے) پس جبکہ انہوں نے ان کا کفر (ارادہ قتل) معلوم کیا تو کہا کہ کون لوگ مددگار ہیں۔ میرے خدا کے ساتھ ملا کر (یعنی کون مددگار ہیں خدا کے اور اس کے ساتھ میرے۔ پس تقدیر من انصاری الی اللہ کی من انصاری منضماً الی اللہ ہوگی۔ وہذا اقرب التوجیہات عندی واللہ اعلم۔) ان کے حواریوں نے کہا کہ ہم مددگار ہیں اللہ کے (اور ان کے ساتھ آپ کے بھی۔ کیونکہ) ہم خدا پر ایمان لائے ہیں۔ (اور اس لئے خدا کی نصرت ہمارا فرض ہے) اور آپ گواہ رہیں۔ کہ ہم مسلمان ہیں اے ہمارے رب ہم اس (کتاب) پر ایمان لائے۔ جسکو آپ نے نازل فرمایا۔ اور ہم نے آپ کے رسول کا اتباع کیا۔ پس آپ ہمیں ان لوگوں کے ساتھ لکھ لیجئے۔ (جو آپ کی توحید وغیرہ پر) گواہ ہیں۔ اور (انجام اس مخالفت بنی اسرائیل کا یہ ہوا کہ) انہوں نے (ان کے قتل کی) تدبیر کی۔ اور (اس کے مقابلہ میں حق تعالے نے (ان کے بچاؤ کی) تدبیر کی۔ اور اللہ سب مدبرین میں بہتر (مدبر) ہیں (اسلئے ان کی تدبیر غالب رہی۔ اور بنی اسرائیل ان کا کچھ نہ بگاڑ سکے **ف** مسلمانو تم حق تعالی کی کتاب پڑھ رہے ہو۔ اور تم نے دیکھ لیا کہ حق تعالی نے حضرت عیسے علیہ السلام کا کس عزت کے ساتھ ذکر کیا ہے۔ چنانچہ فرمایا کہ وہ دنیا و آخرت میں ذی وجاہت ہیں۔ خدا کے مقربین میں سے ہیں۔ صالحین میں سے ہیں۔ خدا نے ان کو توریت و انجیل حکمت اور دیگر آسمانی کتابوں کی تعلیم دی ہے۔ اور ان کو بنی اسرائیل کی طرف رسول بنا کر بھیجا ہے۔ اور ان کو پرندہ بنانے۔ مُردوں کو زندہ کرنے۔ اندھوں اور برص کے بیماروں کو اچھا کرنے غیب کی خبریں دینے کے معجزات عطا کئے گئے ہیں۔ جو کہ ان کی رسالت کے ثبوت ہیں اور پرندہ بنانے اور مُردوں کے زندہ کرنے وغیرہ کی نسبت یہ بھی صاف صاف کہدیا ہے۔ کہ یہ کام حضرت

۲۹

عیسٰے کی قدرت واختیار سے نہ ہوتے تھے۔ بلکہ قادر مطلق کے اختیار سے ہوتے تھے۔ مگر باوجود ان تمام باتوں کے مرزا غلام احمد۔ اپنے کو ان سے تمام شان میں بڑھ کر بتلاتا ہے۔ اور کہتا ہے کہ جو فطری طاقتیں مجھے دی گئیں اگر وہ میری جگہ ہوتے تو اپنی فطرت کیوجہ سے وہ کام انجام نہ دے سکتے۔ جو خدا کی عنایت نے مجھے انجام دینے کی قوت دی ہے۔ مجھے خدا نے اور اُس کے رسول نے اور تمام نبیوں نے میرے کارناموں کی وجہ سے افضل تر قرار دیا ہے اھ۔ اور حضرت عیسٰے کے تمام معجزات کا انکار کرتا ہے۔ اور کہتا ہے۔ کہ مسلمانوں کا یہ اعتقاد کہ وُہ مردوں کو زندہ کرتے تھے۔ اور اندھوں کو اچھا کرتے تھے۔ وغیرہ وغیرہ یہ سب شرک ہے اور اس میں عیسٰے کو خدا مانتا ہے۔ وغیرہ وغیرہ اب تم یہ بتلاؤ۔ کہ یہ خدا کی کھلے لفظوں میں تکذیب اور خدا پر افترا اور قرآن کو شرک وکفر کی تعلیم دینے والا اور خدا کو مسیح کی الوہیت کا تسلیم کرنے والا قرار دینا ہے یا نہیں۔ اور کیا ایسے شخص سے بڑھ کر کوئی کافر ہو سکتا ہے اور کیا ایسے شخص کو خدا کا نبی یا مجدد کہا جا سکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

صاحبو! اگر خدا کی تکذیب اور خدا پر افترا کرنے کے یہ ہی معنی ہیں کہ وہ مکذب اور مفتری زبان سے بھی اقرار کرلے۔ کہ خدا جھوٹا ہے۔ اور میں اسپر افترا کرتا ہوں۔ تو پھر دنیا میں نہ کوئی خدا کا تکذیب کرنے والا ملیگا۔ اور نہ کوئی مفتری۔ کیونکہ یہود نصارٰے اور مشرکین بھی زبان سے یہ نہیں کہتے ہیں۔ کہ خدا نے جھُوٹ کہا۔ یا ہم خدا پر افترا کرتے ہیں حالانکہ خدا اون کو مکذب اور مفتری کہتا ہے تو ثابت ہوا۔ کہ خدا کی تکذیب کے یہ معنے ہیں۔ کہ جو بات قطعی طور پر اس نے کہی ہے۔ اس کا انکار کیا جاوے خواہ تحریف کے ساتھ یا بلا تحریف کے۔ اور یہ بات مرزا میں موجود ہے کہ وہ آیات الٰہی میں تحریف کرکے انکا انکار کرتا ہے۔ پس مرزا ضرور خدا کی آیات کا انکار کرنے والا۔ اور خدا کو جھٹلانیوالا۔ اور تحریف کرکے اسپر

۳۰

افترا کرنے والا۔ اور خدا کو الوہیت مسیح کا تسلیم کرنے والا۔ اور اسلام کو باطل ٹھہرانیوالا۔ اور عیسائیت کو سچا جاننے والا ہے۔ مسلمانو۔ تم مرزا کے فتنہ کو معمولی نہ سمجھو اور ان کے مسلمانوں کے ساتھ اختلاف کو مسلمانوں کا فرعی اختلاف نہ جانو۔ میں تمکو یقین دلاتا ہوں۔ کہ ان کا مسلمانوں کے ساتھ اختلاف اسلام و کفر کا اختلاف ہے۔ نہ کہ حنفیوں اور شافعیوں۔ یا ان اہل اہوا کا سا جو حد کفر تک پہنچے ہوئے نہیں ہیں۔ لہذا تمکو ان سے اپنا ایمان بچانا چاہیئے۔ اور ان کے دہوکہ میں نہ آجانا چاہیے اس کے بعد ہم تفسیر کیطرف متوجہ ہوتے ہیں۔ اور کہتے ہیں کہ آگے حق تعالیٰ اس تدبیر کو بیان فرماتے ہیں۔ جو انہوں نے حضرت عیسےٰ کے بچانے کے لئے کی۔ چنانچہ فرماتے ہیں کہ

إِذْ قَالَ اللَّهُ يَا عِيسَىٰ إِنِّي مُتَوَفِّيكَ وَرَافِعُكَ إِلَيَّ وَمُطَهِّرُكَ مِنَ الَّذِينَ كَفَرُوا وَجَاعِلُ الَّذِينَ اتَّبَعُوكَ فَوْقَ الَّذِينَ كَفَرُوا إِلَىٰ يَوْمِ الْقِيَامَةِ ثُمَّ إِلَيَّ مَرْجِعُكُمْ فَأَحْكُمُ بَيْنَكُمْ فِيمَا كُنْتُمْ فِيهِ تَخْتَلِفُونَ ۝ فَأَمَّا الَّذِينَ كَفَرُوا فَأُعَذِّبُهُمْ عَذَابًا شَدِيدًا فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ وَمَا لَهُمْ مِنْ نَاصِرِينَ ۝ وَأَمَّا الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ فَيُوَفِّيهِمْ أُجُورَهُمْ وَاللَّهُ لَا يُحِبُّ الظَّالِمِينَ ۝ ذَٰلِكَ نَتْلُوهُ عَلَيْكَ مِنَ الْآيَاتِ وَالذِّكْرِ الْحَكِيمِ ۝ إِنَّ مَثَلَ عِيسَىٰ عِنْدَ اللَّهِ كَمَثَلِ آدَمَ خَلَقَهُ مِنْ تُرَابٍ ثُمَّ قَالَ لَهُ كُنْ فَيَكُونُ ۝

جبکہ اللہ تعالیٰ نے یہود کو آمادہ قتل پاکر عیسیٰ علیہ السلام کو اطمینان دلانے کے لئے) فرمایا کہ اے عیسےٰ (تم گھبراؤ نہیں تمکو یہود نہ مار سکیں گے۔ بلکہ) میں تم کو (طبعی موت سے) وفات دوں گا (جسوقت بھی دوں خواہ دو ہزار برس بعد ہی ہو) اور (انکے پنجے سے نکالنے کی یہ تدبیر کرونگا کہ) تمکو اپنی طرف (آسمان پر بجسد عنصری) اٹھالوں گا (جہاں تم دوبارہ نزول کے وقت تک زندہ رہوگے۔ اور اس کے بعد دوبارہ دنیا میں بھیجے جاؤ گے اور اسوقت وہ وعدہ انی متوفیک پورا ہوگا۔ پس اس سے معلوم ہوا۔

۳۱

اَلْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَلَا تَكُنْ مِّنَ الْمُمْتَرِيْنَ ○ فَمَنْ حَآجَّكَ فِيْهِ مِنْ بَعْدِ مَا جَآءَكَ مِنَ الْعِلْمِ فَقُلْ تَعَالَوْا نَدْعُ اَبْنَآءَنَا وَاَبْنَآءَكُمْ وَنِسَآءَنَا وَنِسَآءَكُمْ وَاَنْفُسَنَا وَاَنْفُسَكُمْ ثُمَّ نَبْتَهِلْ فَنَجْعَلْ لَّعْنَتَ اللّٰهِ عَلَى الْكٰذِبِيْنَ ○ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِالْمُفْسِدِيْنَ ○

ع ۳۲

کہ وفات عیسٰی علیہ السلام ذکر میں رفع سے مقدم ہے۔ اور تحقق میں رفع سے مؤخر۔ اور اس تقدیم ذکری کی وجہ یہ ہے۔ کہ انی متوفیک بمنزلہ دعوے کے ہے۔ اور رافعک الی بمنزلہ دلیل کے اور دعوی دلیل پر مقدم ہوتا ہے اسلئے انی متوفیک رافعک پر مقدم ہے۔ پس یہ بے ترتیبی نہیں ہے جیسا کہ قادیانی لوگ اپنی جہل سے کہا کرتے ہیں۔ بلکہ عین ترتیب ہے خوب سمجھ لو۔ قادیانی اس آیت کے متعلق دعوے کرتے ہیں۔ کہ اس سے وفات عیسٰی ثابت ہوتی ہے۔ کیونکہ یہاں رفع سے مراد تقرب الی اللہ ہے نہ کہ آسمان پر جانا۔ مگر اول تو یہ ہی غلط ہے۔ کہ رفع کے معنی مقرب بنانا ہیں۔ کیونکہ نہ لغت میں یہ معنی ہیں۔ اور نہ محاورہ میں۔ اور جو ثبوت قادیانی لوگ کتابوں سے پیش کرتے ہیں۔ وہ محض غلط ہیں جن کا مبنی جہل ہے۔ اور بالفرض اگر یہ ہی معنی ہوں۔ تو یہ فقرہ ہی بیکار ہوا جاتا ہے۔ کیونکہ حضرت عیسٰی کو خدا کا تقرب پہلے سے حاصل تھا۔ چنانچہ حق تعالے نے ان کے پیدا ہونے سے پہلے من المقربین فرمایا تھا۔ پس وہ نیا کون سا تقرب تھا۔ جو مرنے پر موقوف تھا۔ جس کا خدا ان سے وعدہ کرتا ہے۔ اور اس وعدہ کی خاص ضرورت کیا پیش آئی تھی۔ اسکو بھی جانے دو اب ہم کہتے ہیں۔ کہ اچھا رفع کے معنی مقرب بنانے کے ہیں۔ پس آیت کے یہ معنی ہوئے۔ کہ اے عیسٰی میں تجھے وفات دونگا۔ اور مرنے کے بعد تجھے اپنا مقرب بناؤں گا لیکن اس سے یہ نہیں معلوم ہوتا۔ کہ وفات دینے کا کونسا وقت ہے۔ اسلئے

(باقی آئندہ)

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ط

انوار الحج

حامداً ومصلیاً ومسلماً۔ الحمد للہ کہ الانوار المحمدیہ کا حصہ اول انوار الصوم تمام ہو جانے کے بعد اب دوسرا حصہ انوار الحج شروع ہوتا ہے جہاں تک مجھے علم ہوا ہے احباب وناظرین نے حصہ اول کو نظر قبول سے دیکھا اور پسند فرمایا ہے اللہ تعالیٰ سے امید ہے کہ باقی حصے بھی اسیطرح قبول عام حاصل کر کے میرے لئے وسیلۂ آخرت بنیں گے۔ اللہ تعالیٰ مجھے اور ناظرین اور سب مسلمانوں کو اس کتاب پر عمل کی اور اس کے مضامین کے تبلیغ کی توفیق عطا فرمائیں اور ہم سب کو قیامت میں سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے سرخرو بنا کر شفاعت خاصہ سے نوازیں آمین ثم آمین۔ کہ زیادہ غرض اس تالیف سے یہی ہے کہ سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی روح مبارک حدیث نبوی کی اس خدمت سے خرم وشاد ہو ے

نہ بنقش بستہ مشوشم نہ بحرف ساختہ سرخوشم نفسے بیاد تو می کشم چہ عبارت وچہ معانیم

حج وعمرہ کی ترغیب اور

اُس شخص کی فضیلت کا بیان جو ان کے ارادہ سے چلا اور رستہ میں مر گیا

نمبر ۱۔ حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ

علیہ وسلم سے دریافت کیا گیا کہ تمام اعمال میں افضل کون سا عمل ہے فرمایا اللہ پر اور اُس کے رسول پر ایمان لانا۔ عرض کیا گیا۔ اس کے بعد پھر کون سا عمل ہے؟ فرمایا اللہ کے راستہ میں جہاد کرنا (یعنی اللہ کا بول بالا کرنے کے لئے) عرض کیا گیا اس کے بعد پھر کونسا عمل ہے؟ فرمایا حج مبرور[1]۔ (جسکی تفسیر آگے آتی ہے) اسکو بخاری ومسلم نے روایت کیا ہے اور ابن حبان نے صحیح میں ان لفظوں سے روایت کیا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اللہ تعالیٰ کے نزدیک تمام اعمال میں افضل وہ ایمان ہے جس کے ساتھ کسی قسم کا شک نہو۔ اور وہ جہاد ہے جس میں (مال غنیمت کے اندر) خیانت نہ کی گئی ہو اور حج مبرور ابوہریرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک حج مبرور سال بھر کے گناہوں کا کفارہ ہوجاتا ہے۔ (حافظ منذری) فرماتے ہیں کہ حج مبرور وہ ہے جس میں کوئی گناہ صادر نہ ہوا ہو۔ اور حضرت جابر کی حدیث میں مرفوعاً یہ وارد ہے کہ حج کی مقبولیت (کی علامت) کھانا کھلانا۔ اور خوبی کے ساتھ بات چیت کرنا ہے اور بعض روایات میں کھانا کھلانا اور کثرت سے سلام کرنا آیا ہے اور یہ حدیث عنقریب آئے گی ÷

۲

(۲)۔ ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ہی روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ جو شخص حج کرے پھر اس میں نہ تو بیہودہ[2] باتیں کرے نہ گناہ کرے وہ اپنے گناہوں سے پاک ہو کر اس طرح واپس ہوگا۔

---

[1] قال المنذری المبرور قیل هو الذی لا یقع فیه معصیة وقد جاء من حدیث جابر مرفوعا ان بر الحج اطعام الطعام وطیب الکلام وعند بعضهم اطعام الطعام وافشاء السلام وسیأتی ۱۲

[2] بیہودہ بات عام ہے گالی گلوچ کو بھی اور بیحیائی کی بات کو بھی اور بیحیائی بیحجابی کی باتیں اپنی بیوی کے ساتھ دوسرے اوقات میں تو جائز ہیں مگر حالت احرام میں جائز نہیں اور جب بیوی کیساتھ یہ حکم ہے تو اجنبی عورتوں کے ساتھ حج میں ایسی باتیں کرنا تو سخت جرم ہوگا۔ خوب سمجھ لو۔ ۱۲

جیسے آج ہی اسکی ماں نے اسکو جنا ہے اسکو بخاری و مسلم و نسائی و ترمذی نے روایت کیا ہے. مگر ترمذی کے الفاظ یہ ہیں کہ اُس کے گذشتہ گناہ معاف کر دیئے جائیں گے [۱]

(۳) ابو ہریرہ ہی سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک عمرہ دوسرے عمرہ تک درمیانی گناہوں کا کفارہ ہے اور حج مبرور کی جزا (اور اس کا بدلہ) جنت کے سوا کچھ نہیں اُسکو امام مالک و بخاری و مسلم و ترمذی و نسائی و ابن ماجہ و اصبہانی نے روایت کیا ہے اصبہانی نے اتنا اور زیادہ کیا ہے کہ حاجی کی زبان سے جو تسبیح [۲] اور جو تہلیل اور جو تکبیر بھی نکلتی ہے ہر اک کے عوض اُسکو بشارت و خوشخبری دی جاتی ہے. **ف** یعنی حاجی کی ہر تسبیح و تہلیل و تکبیر کے جواب میں اللہ تعالیٰ یا فرشتے ابشر فرماتے ہیں کہ خوش رہو اور خوشخبری حاصل کرو. جسکو بعض اہل کشف سن بھی لیتے ہیں اور اکثر لوگ نہیں سنتے مگر قیامت میں اس خوشخبری کا نتیجہ سب کے سامنے آجائے گا ٭

۳

(۴) ابن شماسہ سے روایت ہے وہ فرماتے ہیں کہ ہم حضرت عمرو ابن العاص رضی اللہ عنہ کی خدمت میں حاضر ہوئے اور وہ اُسوقت نزع کی حالت میں تھے تو دیر تک وہ روتے رہے اور فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ نے میرے دل میں اسلام (کا خیال) ڈالا تو میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا. اور عرض کیا یارسول اللہ اپنا ہاتھ بڑھایئے۔

---

[۱] الرفث بفتح الراء والفاء جمیعًا روی عن ابن عباس انہ قال الرفث ما روجع به النساء وقال الازھری الرفث کلمۃ جامعۃ لکل ما یریدہ الرجل من المرأۃ قال الحافظ الرفث یطلق ویراد بہ الجماع ویطلق ویراد بہ الفحش ویطلق ویراد بہ خطاب الرجل المرأۃ فیما یتعلق بالجماع وقد نقل فی معنی الحدیث کل واحد من ھذہ الثلاثۃ عن جماعۃ من العلماء واللہ اعلم ۱۲ منہ

[۲] تسبیح سبحان اللہ کہنا تہلیل لا الہ الا اللہ کہنا تکبیر اللہ اکبر کہنا ۔ ۱۲

تاکہ میں آپ سے بیعت کروں حضور نے اپنا ہاتھ بڑھایا تو میں نے اپنا ہاتھ سمیٹ لیا حضور نے فرمایا اے عمرو کیا بات ہے۔ میں نے عرض کیا کہ میں کچھ شرط کرنا چاہتا ہوں۔ فرمایا کیا شرط کرنا چاہتے ہو؟ میں نے عرض کیا کہ (اس شرط سے بیعت ہوں گا کہ) میری مغفرت کر دی جائے فرمایا اے عمرو! کیا تم کو معلوم نہیں کہ اسلام گذشتہ گناہوں کو گرا دیتا (اور مٹا دیتا) ہے اور ہجرت بھی گذشتہ گناہوں کو گرا دیتی (اور مٹا دیتی) ہے اور حج بھی گذشتہ گناہوں کو گرا دیتا (اور مٹا دیتا) ہے۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں اسیطرح مختصراً روایت کیا ہے اور مسلم وغیرہ نے اس سے بھی زیادہ طول کے ساتھ روایت کیا ہے۔

ف۔ گناہ۔ اور ہیں حقوق اور ہیں پس حج سے گناہ تو سب معاف ہو جاتے ہیں مگر حقوق معاف نہیں ہوتے۔ مثلاً کسی نے نمازیں قضا کی ہوں یا کسی کا قرض لیکر دبا لیا ہو تو حج سے نماز قضا کرنے اور قرض دبانے کا گناہ تو معاف ہو جائے گا۔ مگر وہ نمازیں اور قرض معاف نہ ہو گا۔ نمازوں کی قضا واجب اور قرض کا ادا کرنا لازم ہوگا۔ خوب سمجھ لو ۱۲۔

(۵) حضرت حسین بن علی رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ ایک شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس حاضر ہوا اور اس نے عرض کیا یا رسول اللہ میں بزدل اور کمزور ہوں (مطلب یہ تھا کہ میں جہاد نہیں کر سکتا) فرمایا آؤ تم کو ایسا جہاد بتلاؤں جس میں کوئی کانٹا ہی نہیں یعنی حج اسکو طبرانی نے کبیر و اوسط میں روایت کیا ہے اور اس کے راوی سب ثقہ ہیں اور عبد الرزاق نے بھی اسکو روایت کیا ہے۔

(۶)۔ حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ میں نے عرض کیا یا رسول اللہ ہم جہاد کو سب اعمال سے افضل پاتے ہیں تو کیا ہم بھی جہاد نہ کریں حضور نے فرمایا کہ تمہارے واسطے بہترین جہاد حج مبرور ہے اسکو بخاری وغیرہ نے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ کے الفاظ صحیح میں یہ ہیں کہ حضرت

۴

عائشہ نے عرض کیا یارسول اللہ کیا عورتوں کے ذمہ بھی جہاد ہے۔ فرمایا
اُن کے ذمہ ایسا جہاد ہے جس میں لڑائی (اور مقابلہ) نہیں یعنی حج و عمرہ
(۷) حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم
نے فرمایا بوڑھوں اور کمزوروں اور عورتوں کا جہاد حج و عمرہ ہے اسکو نسائی
نے اسناد حسن سے روایت کیا ہے **ف** ان احادیث سے معلوم ہوا کہ عورتوں
کے ذمہ جہاد فرض نہیں بشرطیکہ ایسی صورت نہ ہو جس میں ہر مسلمان پر جہاد
پر فرض عین ہو جاتا ہے۔ اور حضرات صحابہ کے ساتھ اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کے ساتھ جو بعض غزوات میں عورتیں ہوتی تھیں وہ لڑنے کے واسطے نہ ہوتی
تھیں بلکہ اپنے عزیز مجاہدین کی خدمت اور مرہم پٹی کے لئے ساتھ ہوتی تھیں
اور چونکہ ابتدائے اسلام میں پردہ کرنا عورتوں کے ذمہ لازم نہوا تھا اسلئے
ابتدا میں اس خدمت کے لئے عورتوں کو ساتھ لینا دشوار نہ تھا اور اب
پردہ لازم ہو چکا ہے اسلئے اگر پردہ کا اہتمام ہو سکے تو ساتھ لیا جائے
ورنہ نہیں واللہ اعلم ۱۲۔

(۸)۔ عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما حدیث جبریل کو روایت کرتے ہوئے
فرماتے ہیں کہ جبریل علیہ السلام نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے اسلام کے
متعلق سوال کیا (کہ اسلام کسے کہتے ہیں) حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا اسلام
یہ ہے کہ تم اس بات کی گواہی دو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور محمد اللہ کے
رسول ہیں۔ (صلی اللہ علیہ وسلم) اور نماز کی پابندی کرو۔ زکوٰۃ ادا کرو۔ اور حج
و عمرہ بجا لاؤ۔ اور جنابت کے بعد غسل کرو۔ اور وضو کامل طریقہ سے کرو۔ اور
رمضان کا روزہ رکھو۔ جبریل علیہ السلام نے دریافت کیا کہ اگر میں ایسا کروں
تو میں مسلمان ہوں گا۔ حضور نے فرمایا بیشک جبریل علیہ السلام نے کہا آپ
سچ فرماتے ہیں۔ اسکو ابن خزیمہ نے اپنی صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور یہ
حدیث صحیحین میں بھی ہے مگر اس عنوان سے نہیں (بلکہ الفاظ میں تفاوت ہے)

5

اور کتاب الصلوۃ وکتاب الزکوۃ میں بہت سی احادیث گذر چکی ہیں جو حج کی فضیلت پر دلالت کرتی اور اُسکی رغبت دلاتی اور اوسکی فرضیت کو مؤکد بتلاتی ہیں ہمنے خوف طوالت کی وجہ سے اُن کا اعادہ نہیں کیا جسکو اُن کا دیکھنا منظور ہو وہ کتاب الصلوۃ وکتاب الزکوۃ کا دوبارہ مطالعہ کرے۔

ف۔ اس حدیث میں اسلام کی علامات میں حج کے ساتھ عمرہ کا بھی ذکر ہے جس سے بظاہر عمرہ کا واجب ہونا معلوم ہوتا ہے اور بعض علماء کا یہ مذہب بھی ہے مگر حنفیہ کے نزدیک عمرہ واجب نہیں۔ بلکہ سنت ہے جس کی دلیل ترمذی کی وہ حدیث ہے جو اُنہوں نے بسند حسن صحیح حضرت جابرؓ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عمرہ کی بابت سوال کیا گیا کہ کیا وہ واجب ہے حضور نے فرمایا نہیں اور عمرہ کر لینا افضل ہے۔ اور ابن خزیمہ کی روایت میں جو حج کے ساتھ عمرہ کا ذکر ہے اول تو یہ روایت شاذ ہے کیونکہ حدیث جبریل میں اصحاب صحاح نے عمرہ کا ذکر نہیں کیا دوسرے اس حدیث میں اسباغ وضو (تکمیل وضو) کا بھی ذکر ہے جو سب کے نزدیک سنت ہے فرض نہیں فرض تو وضو ہے اور اُس کی تکمیل سُنت ہے پس اسیطرح عمرہ کا ذکر بھی تکمیل حج کے لئے کر دیا گیا۔ کیونکہ حج کا افضل طریقہ قران ہے کہ عمرہ کا احرام بھی حج کے ساتھ باندھا جائے ۱۲ مترجم

(۹) حضرت ام سلمہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کمزور آدمی کا جہاد حج ہے اسکو ابن ماجہ نے بواسطہ ابو جعفر کے حضرت ام سلمہ سے روایت کیا ہے۔

(۱۰) حضرت عمرو بن عبسہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ ایک شخص نے عرض کیا یا رسول اللہ اسلام (کی حقیقت) کیا ہے فرمایا یہ کہ تیرا دل اللہ تعالیٰ کے لئے منقاد ہو جائے اور سب مسلمان تیرے ہاتھ اور زبان سے محفوظ ہو جائیں کہا اسلام کا کونسا درجہ افضل ہے

فرمایا ایمان۔ کہا ایمان (کی حقیقت) کیا ہے فرمایا یہ کہ تم اللہ پر اور فرشتوں پر اور اللہ کی کتابوں اور اُس کے رسولوں پر اور مرنے کے بعد زندہ ہونے پر یقین رکھو۔ کہا ایمان کا کونسا درجہ افضل ہے؟ فرمایا ہجرت! کہا ہجرت (کی حقیقت) کیا ہے؟ فرمایا یہ کہ تم بُرے کاموں کو چھوڑ دو۔ کہا پھر ہجرت کا کونسا درجہ افضل ہے۔ فرمایا جہاد۔! کہا جہاد (کی حقیقت) کیا ہے فرمایا یہ کہ جب کفار کا مقابلہ ہو تو اُن سے (جی کھول کے) لڑو کہا پھر جہاد کا کونسا درجہ افضل ہے فرمایا کہ مجاہد کے گھوڑے کے ہاتھ پیر کاٹ دیے جائیں اور اُس کا خون بہا دیا جائے۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اس کے بعد دو عمل ایسے ہیں جو تمام اعمال سے افضل ہیں (اور ان کا کرنے والا بھی سب سے افضل ہے) مگر یہ کہ دوسرا بھی یہی عمل کرے (تو وہ پہلے کے برابر ہو جائے گا) اور وہ دو عمل یہ ہیں حج مبرور اور عمرۂ مبرورہ اسکو امام احمد نے صحیح سند سے روایت کیا ہے اور اس کے راویوں سے صحیح میں احتجاج کیا گیا ہے طبرانی وغیرہ نے بھی اسکو روایت کیا ہے اور بیہقی نے اسکو ابو قلابہ سے بواسطہ ایک شامی کے اُسکے باپ سے روایت کیا ہے **ف** اس حدیث میں جو اسلام و ایمان کا فرق ظاہر کیا گیا ہے یہ فرق سیدنا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں تھا جبکہ وحی سے یہ معلوم ہو جاتا تھا کہ کس کا اسلام محض ظاہری ہے اور کس کا دل سے ہے اُس وقت اسلام ظاہری احکام کے ماننے کو کہتے تھے اور ایمان دل کی تصدیق کو مگر اب چونکہ وحی بند ہو چکی ہے اسلئے اب اسلام و ایمان میں فرق نہیں کیا جا سکتا۔ اب کسیکو یہ نہیں کہہ سکتے کہ یہ مسلم ہے مؤمن نہیں۔ بلکہ ہر مسلم مؤمن ہے اور ہر مؤمن مسلم ہے خوب سمجھ لو۔ ۱۲

(۱۱) ماعز رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے

دریافت کیا گیا کہ کون سا عمل سب سے افضل ہے فرمایا اللہ وحدہ پر ایمان لانا۔ پھر جہاد کرنا پھر (ان کے بعد) حج مبرور تمام اعمال سے اسقدر بڑھا ہوا ہے جیسے آفتاب کے طلوع ہونے کی جگہ کو غروب ہونے کی جگہ سے بعد ہے (یعنی زمین و آسمان کا فرق ہے اسکو امام احمد و طبرانی نے روایت کیا ہے اور احمد کے راوی ماعز تک سب صحیح کے راوی ہیں۔ اور یہ ماعز مشہور صحابی ہیں مگر ان کا نسب معلوم نہیں ح

(۱۲) حضرت جابر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج مبرور کا بدلہ جنت کے سوا کچھ نہیں۔ عرض کیا گیا کہ حج کی خوبی کیا ہے (جس سے وہ حج مبرور بن جائے) فرمایا کھانا کھلانا اور اچھی باتیں کرنا اسکو امام احمد و طبرانی نے اوسط میں سند حسن سے روایت کیا ہے اور ابن خزیمہ نے صحیح میں اور بیہقی و حاکم نے بھی روایت کیا ہے اور حاکم نے اسکی سند کو صحیح کہا ہے اور بیہقی و احمد کی ایک روایت میں یہ الفاظ ہیں کھانا کھلانا اور (مسلمانوں کو) کثرت سے سلام کرنا +

(۱۳) عبد اللہ یعنی ابن مسعود رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا حج و عمرہ پے در پے (یکے بعد دیگرے) کیا کرو کیونکہ یہ دونوں فقر کو اور گناہوں کو ایسا دور کرتے ہیں جیسا کہ بھٹی۔ لوہے اور سونے چاندی کے میل کچیل کو دور کر دیتی ہے اور حج مبرور کا عوض جنت کے سوا کچھ نہیں اسکو ترمذی نے و ابن خزیمہ و ابن حبان نے صحیح میں روایت کیا ہے۔ اور ترمذی نے اسکو حسن صحیح کہا ہے۔ نیز اسکو ابن ماجہ و بیہقی نے بھی روایت کیا ہے۔ مگر انہوں نے سونا چاندی اور اس کے بعد کا مضمون ذکر نہیں کیا ہاں بیہقی نے اتنا زیادہ کیا ہے کہ پے در پے حج و عمرہ کرنا عمر کو بڑھاتا اور فقر و گناہوں کو ایسا دور کرتا ہے جیسا بھٹی میل کو دور کرتی ہے +

ف مترجم عفا اللہ عنہ کہتا ہے کہ مجھے خود اس کا تجربہ ہو چکا ہے۔ بحمد اللہ حج و عمرہ سے فقر ڈھل گیا امید قوی ہے کہ انشاء اللہ گناہ بھی ڈھل گئے ہوں گے ۱۲۔ ظ

(باقی آئندہ)

کہ مَنْ تَشَبَّہَ بِقَوْمٍ فَھُوَ مِنْھُمْ یعنی جو شخص کسی فرقہ کے ساتھ مشابہ اور موافق بنے اور اُس کا طرز و طریقہ اختیار کرے پس وہ اُسی فرقہ میں سے ہے۔ اِس حدیث کو اول تو لوگوں نے اڑا ہی دیا اور اگر لیا بھی ہے تو صرف لباس اور وضع میں بہت سے دیندار بھی اِس غلطی میں ہیں کہ صورت دینداروں کی بنا کر اپنے کو دینداروں اور پرہیزگاروں میں شمار کرنے لگے چاہے کام کیسے ہی ہوں اُن کے اِس خیال کی ایسی مثال ہے جیسے میرے وطن میں ایک بہروپیا میرے پاس انعام لینے کی غرض سے کسی بڈھے کی شکل بنا کر آیا۔ میرے پاس جو لوگ بیٹھے تھے اُن میں سے ایک شخص نے کہا کہ خدا کے ہاں اِن بہروپیوں کی کیا حالت ہو گی کہ کبھی عورت بنتے ہیں کبھی اور کوئی مکر کی شکل بناتے ہیں تو وہ کہتا ہے کہ ہم وہاں اِس طرح تھوڑا ہی جائیں گے۔ مولویوں کا لباس پہنکر جائیں گے۔ بس فوراً بخشش ہو جائے گی میں نے ڈانٹا کہ کیا واہیات ہے کیا خدا تعالیٰ کو کوئی دہوکہ دے سکتا ہے یہی حالت ہماری ہے کہ شکل تو بنا لیتے ہیں مولویوں اور صوفیوں کی لیکن دل کے اندر سینکڑوں خباثتیں بھری پڑی ہیں۔ ظاہری صورت تو ایسی کہ بایزید[۵] بھی شرما جائیں اور دل کی یہ حالت کہ یزید کو بھی اِس سے عار آئے۔ ہم میں صورت کے دیندار تو بہت ہیں مگر سیرت کے دیندار کم ہیں غرض یہ حدیث صورت اور لباس ہی کے ساتھ خاص نہیں بلکہ ہر حالت کو عام ہے اور لوگ اِس حدیث میں خواہ مخواہ شبہ کرتے ہیں

یہ بات تو بالکل ظاہر ہے ہر شخص کی عقل میں آتی ہے اور ہر شخص اُس کو سمجھتا ہے دیکھو اگر کوئی شخص بیہودہ باتیں کرنے لگے اور گالیاں دینے لگے تو اُسکو کہتے ہیں کہ تو چمار ہو گیا یا اگر ایک شخص ہر وقت ہیجڑوں میں رہنے لگے تو اُنھیں میں شمار ہونے لگے گا۔ جب یہ بات ہے تو اگر ہم کافروں کی عادتیں اختیار کریں گے تو ہم بھی اُن ہی جیسے ہو جائیں گے۔ پس اُن کے ساتھ دوزخ میں بھی جائیں گے۔ اگر یہ بات نہ ہو تو مسلمان کو دوزخ سے کیا کام۔ کیونکہ جسطرح جنت خاص دینداروں اور پرہیزگاروں کے واسطے ہے اسی طرح دوزخ خاص کافروں کے واسطے ہے

بہروپئے کی مثال سے کیا ثابت ہوتا ہے

۵

جنت خاص دینداروں کے لئے ہے

۵ ایک بڑے بزرگ کا نام ہے ۱۲

رہے بیچ کے لوگ تو چونکہ وہ نہ کافر ہیں نہ پرہیزگار اس لئے ہمیشہ کو دوزخ میں بھی نہ جاینگے اور شروع ہی سے جنت میں بھی نہ جائیں گے۔ مگر چونکہ ایمان کی وجہ سے دینداروں کے مشابہ ہیں اس لئے ایک مدت کے بعد جنت میں چلے جائیں گے۔ تو جنت میں جانے کے قابل وہ ہے کہ یا تو خود دیندار ہو یا دیندار کیساتھ مشابہ ہو ان کے سوا اور کوئی جنت کے قابل نہیں تو یہ لوگ بھی ایمان کے اندر دینداروں کے ساتھ مشابہ ہیں اسلئے جب گناہوں سے پاک صاف ہو جائیں گے اُس وقت جنت میں جانے کے قابل ہونگے جیسے چراغ کہ اُس پر اگر بہت سی کیٹ جمع ہو جاوے تو اُسکو آگ میں ڈالکر صاف کیا جاتا ہے اور اُس وقت وہ کسی نفیس مکان کے اندر رکھنے کے قابل ہوتا ہے، اسیطرح ان لوگوں کو دوزخ کے چولھے میں ڈالکر صاف کیا جائیگا یا دوسری مثال میں یوں سمجھو کہ بچہ اگر ناپاکی میں لتھڑا ہوا آئے تو کہا جائیگا کہ اس کو حمام میں لیجاؤ اور خوب رگڑو اور اسمیں سے پلیدی کو کھرچو تو دوزخ بھی حمام ہے لیکن اُس کی برداشت ہرگز نہ ہو سکے گی۔ غرض مسلمانوں کا دوزخ میں جانا کافروں کے طور وطریقہ اختیار کرنے کی وجہ سے ہے فرق اتنا ہے کہ کافروں کو عذاب دینے کے لئے بھیجا جائیگا اور مسلمانوں کو گناہوں سے پاک کرنے کے لئے مگر تکلیف تو ضرور ہی ہوگی۔

دیکھو جب حمام میں جھانوے سے رگڑا جاتا ہے تو کیسی تکلیف ہوتی ہے تو پاک کرنے کے لئے جانے سے انکا کیا نفع ہوا تکلیف تو ہوئی، دوزخ میں تو گئے دیکھو اگر ایک شخص کے چھریاں بھونکی جائیں اور دوسرے کے بدن میں سوئیاں کوچی جائیں تو کیا دوسرے کو اطمینان ہو سکتا ہے ہرگز نہیں اور ہم لوگ اس سزا کو تو کیا برداشت کر سکتے ہیں ہم سے نشتر کی تکلیف تو برداشت نہیں کی جاتی تو اس فرق سے ہرگز تسلی نہ ہونی چاہئے۔ حضور صلعم کے چچا ابوطالب کے لئے حدیث میں آیا ہے کہ چونکہ اُنہوں نے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت کی تھی۔ اس لئے اُن کو ایسا عذاب نہ ہوگا۔ جیسا اور کافروں کو ہوگا۔ بلکہ صرف دو جوتیاں آگ کی اُنہیں

ابوطالب کا واقعہ

۶

پہنا دی جائیں گی مگر حالت یہ ہوگی کہ یوں سمجھیں گے کہ مجھ سے زیادہ کسی کو عذاب نہیں۔ خدا تعالیٰ کی حکمت کے قربان ہو جایئے۔ دیکھئے وہ حضور سے ایسی محبت کرنے والے مگر اِن کو کلمہ نصیب نہ ہوا موت کے وقت کلمہ پڑھنے پر راضی ہو گئے تھے۔ مگر خدا ناس کرے ابوجہل کا کہ اُس نے اُس وقت بھی بہکایا آخر اُسی حالت پر خاتمہ ہو گیا۔ بیان کرنے کو جی تو نہیں چاہتا تھا مگر اس ضرورت سے بیان کرنا پڑا کہ اس ہوا ایک ضروری مسئلہ کو سمجھانا ہے وہ یہ کہ اس سے یہ معلوم ہو گیا ہوگا کہ آجکل جو لوگ صرف مجلس کر لینے کو یا مولود شریف کر لینے کو نجات کے لئے کافی سمجھتے ہیں اور اُس پر اُن کو ناز ہوتا ہے کہ ہم کو حضور سے بہت محبت ہے وہ اپنے لئے نہ روزہ کی ضرورت سمجھتے ہیں نہ نماز کی نہ حج کی نہ زکوٰۃ کی نہ گناہوں سے توبہ و استغفار کی یہ لوگ بڑی غلطی میں ہیں اس میں زیادہ خطا پڑھے لکھے لوگوں کی ہے اُنہوں نے اپنی طمع اور لالچ کی وجہ سے عام لوگوں کو راضی کرنے کے لئے ایسی باتیں سُنائیں ایسی مجلسیں کیں وعظ میں یہ بیان کیا کہ صاحبو ڈاڑھی منڈاؤ زنا کرو ناچ کراؤ سب معاف ہو جائیگا۔ مگر حضور سے محبت رکھو اور ان وہابیوں کے پاس نہ بیٹھو۔ اور وہابی نام رکھا ہے اہل سنت کا چاہے وہ مقلد اور حنفی ہی ہوں

غرض یہ کہ وعظ کی مجلس میں بھی اور ویسے بھی یہ کہا جاتا ہے کہ جو چاہو کرو صرف حضور سے محبت رکھو۔ اس کا اثر لوگوں پر یہ ہوا کہ اُنہوں نے تمام کاموں کو غیر ضروری سمجھ لیا تو ایسے لوگوں کو اس حدیث سے سمجھ لینا چاہیئے۔ کہ ابوطالب کی برابر کوئی بھی اُن میں سے حضور کیساتھ محبت رکھنے والا نہیں۔ ابوطالب وہ تھے کہ سب نے حضور کو چھوڑ دیا لیکن ابوطالب نے ساتھ دیا اور بہت سی تکلیفیں اُٹھائیں۔ آج تو وہ حالت ہے کہ اگر ایک پیسہ کا نفع ہو تو حضور کے حکم کے خلاف کرنے پر آمادہ ہو جاتے ہیں۔ ایک مجلس میں یزید کے ذکر پر ایک شخص کہہ رہا تھا کہ افسوس میں نہ ہوا ورنہ یوں کرتا اور یوں کرتا یہ سنکر ایک دیہاتی شخص کو جوش آگیا کہنے لگا کہ میں کہتا ہوں کہ میں یزید ہوں اور میں نے ایسا ایسا کیا ہے اگر کچھ ہمت ہے تو آجاؤ۔ یہ سنکر اُن بہادر صاحب کے حواس درست نہ رہے اور ہوش اڑ گئے۔ یہی حالت آجکل حضور کے ساتھ

محبت کا دعوے کرنے والوں کی ہے۔ تو دیکھئے ابوطالب جن کو اس قدر محبت حضورؐ سے تھی اُن کو بھی بڑی محبت نے دوزخ سے نہ بچا لیا کیونکہ اطاعت اور فرمانبرداری نہ تھی اور آج تو کس کا مُنہ ہے کہ اتنی محبت کا دعوے بھی کرے اور اگر کرے بھی تو اُس کا عمل اور برتاؤ اُسکو جھٹلا دیگا۔ میں کہتا ہوں کہ محبت سے حضور صلے اللہ علیہ وسلم کا ذکر ضرور کرو مگر جس طرح ذکر کا طریقہ ہے اُس طرح کرو۔ صحابہ نے بھی حضور کا ذکر کیا ہے لیکن وہاں کیا کوئی تاریخ مقرر ہوتی تھی ہرگز نہیں وہ تو ہر وقت زبان پر رسول مقبول صلے اللہ علیہ وسلم ہی کا ذکر رکھتے تھے۔ جیسا کہ مولانا فضل الرحمن صاحبؒ فرماتے ہیں کہ ہم تو ہر وقت مولود شریف کرتے ہیں جب لا الہ الا اللہ محمد رسول اللہ کہتے ہیں اُسوقت بھی آپ ہی کا ذکر ہوتا ہے۔ حضور ہمارے تو ہر وقت دل میں بسے ہیں زبان سے ہاتھ سے ہر وقت حضورؐ کی یاد میں ہیں۔ سبحان اللہ کیا پتہ کی بات کہی ہے تو صحابہ تو ہر وقت ذکر کیا کرتے تھے اور نرا ذکر نہیں بلکہ ویسا بننے کی کوشش کرتے تھے یہ بکھیڑے جواب ہیں صحابہ کرام میں کہیں نام کو بھی نہ تھے۔ کسی صحابی نے کبھی مٹھائی نہیں تقسیم کی کبھی ذکر مولد کی تاریخ مقرر نہیں کی اور اگر کوئی کہے کہ ہم تو خوشی میں مٹھائی تقسیم کرتے ہیں تو میں کہتا ہوں کہ روز کیوں نہیں تقسیم کرتے۔ اس کی کیا وجہ کہ خاص مولود شریف میں ہی تقسیم کی جاتی ہے۔ اسی طرح ولادت شریف کے ذکر کے وقت کھڑا ہونا اس کی بابت بھی یہی ہے کہ اس کی کیا وجہ ہے کہ جب مولود شریف کی مجلس ہوتی ہو تو کھڑے ہوتے ہو اور پھر اوّل سے لیکر اخیر تک نہیں کھڑے ہوتے بلکہ ایک خاص وقت میں کھڑے ہوتے ہو لیکن اس کے سوا اور کبھی اگر حضورؐ کا ذکر ہوتا ہے جیسے وعظ میں تو نہیں کھڑے ہوتے۔ دیکھو اس وقت جو حضورؐ کا ذکر ہو رہا ہے۔ اس کی کیا وجہ کہ اسوقت کوئی نہیں اُٹھتا۔ یاد رکھو کہ یہ سب کمانے والوں کی منگھڑت ہے کہ ہر ہر چیز کو خاص طور سے گھڑا ہے کہ لوگ ہر کام میں اُن کے محتاج رہیں اور جب اُن سے وہ کام لیں تو کچھ دیں بھی اور جب وعظ کہنے والے یا مولود پڑھنے والے کے لئے کچھ ہوا تو آنے والوں کے لئے بھی کچھ چاہیے

اس لئے مٹھائی کی رسم نکالی گئی۔ لوگ عرب کے فعل سے سند پکڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ عرب والے بھی تو مولود شریف کرتے ہیں لیکن افسوس ہے کہ لوگوں کو خبر نہیں ہے کہ عرب میں کس طرح کا مولود شریف ہوتا ہے۔ یہ مانا کہ وہاں بھی مٹھائی ہوتی ہے۔ مگر پھر بھی یہاں کی نسبت بہت سادگی ہے۔ مٹھائی تقسیم کرتے ہیں لیکن اگر تقسیم میں مٹھائی پوری نہ پڑے بلکہ کچھ لوگ باقی رہ جاویں تو بلا تامل کہدیں گے کہ خلاص یعنی اب ختم ہوگئی۔ یہ ہے خلوص۔ "بھلا یہاں تو کوئی ایسا کرکے دکھلادے۔ یہاں تو ڈرتے ہیں کہ اس سے بڑی بدنامی ہوگی۔

خدا کی قسم یہاں جو کچھ ہوتا ہے سب نام کے لئے ہوتا ہے۔ صاحبو! محبت کے طریقے ہی دوسرے ہوتے ہیں۔ شاہ عبدالرحیم صاحب دہلوی ربیع الاول میں کچھ کھانا پکاکر تقسیم کیا کرتے تھے۔ ایک مرتبہ آپ کو کچھ میسر نہ ہوا تو آپ نے پیسے دو پیسے کے چنے بھنوا کر تقسیم کر دیئے۔ خواب میں دیکھا کہ حضور صلے اللہ علیہ وسلم اُن چنوں کو تناول فرما رہے ہیں۔ دیکھو محبت اللہ والوں ہی میں ہوتی ہے۔ اِن سے سیکھو اور اُن کے طرز پر چلو۔ میں اُس کا بہت آسان طریقہ بتلاتا ہوں مگر وہ طریقہ نفس کو گوارا نہ ہوگا۔ وہ یہ کہ خفیہ خرچ کیا کرو اگر ربیع الاول کے مہینے میں پچاس روپے خرچ کرو مگر ظاہر نہ کرو اور ایک ایک روپیہ ایک ایک مسکین کو دیدو تو حضور کو اس سے زیادہ خوشی ہوگی۔ اگر واقعی حضور سے محبت ہے تو اس طریقے پر عمل کرو مگر میں پیشینگوئی کرتا ہوں کہ کبھی نہ ہوسکے گا نفس کہے گا کہ میاں پچاس روپے بھی خرچ ہوئے اور کسی کو خبر تک بھی نہ ہوئی۔ آجکل تو یہ حالت ہے کہ میں کانپور میں تھا ایک شخص حضور صلے اللہ علیہ وسلم کے ذکر کے لئے مجھے بلا کر لے گئے۔ میں چلا گیا۔ اگلے دن معلوم ہوا کہ اُسی جگہ جہاں حضور کا ذکر ہوا تھا آج رنڈی کا ناچ ہوا ہے۔ مجھے سُنکر بیحد صدمہ ہوا۔ دریافت کرنے سے معلوم ہوا کہ اُس کے یہاں شادی تھی اور اصل مقصود ناچ کرانا تھا لیکن اُسکے بعض دوست جو دیندار بھی تھے اُن کی خاطر سے حضور کا ذکر بھی کرا دیا تھا تو یہ ذکر حضور کی محبت کی وجہ سے نہیں ہوا بلکہ

دیندار دوستوں کے لئے ہوا اور اِس سے بڑھکر یہ کہ اُس کا ناچ کے ساتھ مقابلہ کیا گیا اور اُسی جگہ ناچ ہوا خدا کی پناہ پھر لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو حضور سے محبت ہے۔ اور میں کانپور میں سُنا کرتا تھا کہ آج فلاں رنڈی کے ہاں مولود شریف ہے۔ آج فلاں رنڈی کے ہاں حضورؐ کا ذکر ہوگا۔ افسوس ہے کہ جب وہاں ضروری باتیں زنا کی مذمت اور گانے بجانے کی بُرائی کو کوئی بیان نہیں کرتا تو نرے حضورؐ کے ذکر سے کیا فائدہ کی توقع ہے،

دیکھو اگر دستر خوان پر نری چٹنی ہو تو کیا کسی کا اِس دستر خوان سے پیٹ بھر سکتا ہے۔ کبھی نہیں۔ ہاں اگر نرا کھانا ہو اور چٹنی نہ ہو تو اس سے کام چل سکتا ہے، اور اگر دونوں چیزیں ہوں تو پھر کیا ہی کہنا۔ یہ اُس پر یاد آگیا کہ لوگ محبت کا دعوے کرتے ہیں تو دیکھ لیں کہ ابوطالب کی کیا حالت ہے کہ اگرچہ حضورؐ کی بدولت صرف دو جوتے آگ کے اُن کے پیروں میں ہوں گے۔ مگر حالت یہ ہوگی کہ یوں سمجھیں گے کہ مجھسے زیادہ کسی کو تکلیف نہیں۔

دنیا ہی میں دیکھ لو کہ اگر ببول کا کانٹا بھی لگ جاتا ہے تو کیا حالت ہوتی ہے، تو اگر کوئی کہے کہ مجھے تو ہلکا عذاب ہوگا وہ خوب سمجھ لے کہ وہاں کا ہلکا بھی برداشت نہ ہوسکے گا۔ اِس گھمنڈ میں ہرگز نہ رہنا چاہئے کہ مجھے تو تھوڑی سزا ہوگی۔ یہ شبہے تو دفع ہوگئے۔

۱۰

اَب وہ باتیں بھی سُن لیجئے جن پر اِس آیت میں لتاڑا گیا ہے۔ اللہ تعالےٰ فرماتے ہیں کہ جو لوگ ایسے ہیں کہ ہمارے پاس آنے کا یقین نہیں رکھتے۔ یہ پہلی بات ہے سو اِس سے تو ہم بری ہیں۔ لیکن اِس سے بری ہو کر بیفکری نہیں ہوسکتی کیونکہ اگلی باتیں ہمارے اندر موجود ہیں چنانچہ دوسری بات یہ فرمائی کہ جو دنیا کی زندگی پر راضی نہیں اور اُس میں دل لگائے ہوئے ہیں۔ اور جو ہمارے حکموں سے غافل ہیں یہ کل چار چیزیں ہیں اُن پر اِس سزا کو مرتب فرماتے ہیں کہ اِن لوگوں کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ آیت کے ترجمہ سے معلوم ہوا ہوگا کہ کافروں پر چار دفعیں لگائی گئی ہیں اور یہ سزا اِن چاروں باتوں پر ہے تو اِن چاروں کی مذمت ثابت ہوئی۔ اِن میں سے پہلی بات تو کسی طرح ہم

آیت میں کن کن باتوں پر لتاڑا گیا ہے

میں نہیں۔ اس دفعہ سے تو بیشک ہم پاک صاف ہیں اور آخر کی بات یعنی اُن کے
حکموں سے غافل ہونا اُس کی بابت شبہ ہے کہ ہم میں ہے یا نہیں کیونکہ اسکی تفسیریں
دو ہیں۔ ایک تو یہ کہ اُن کے حکموں کو مانتے نہیں اُن کا اعتقاد نہیں اس لئے غفلت
ہے سو اس بات سے تو ہم بچے ہیں۔ دوسری تفسیر یہ ہے کہ اُن کے حکموں سے بے فکر
ہیں خواہ اعتقاد اُنکا ہو یا نہ ہو تو یہ جرم ہمارے اندر بھی ہے ہمیں بھی اُن پر عمل کرنیکی
فکر نہیں۔ رہے بیچ کے دو جرم کہ دنیا سے راضی ہونا اور دنیا میں دل لگانا۔ ان میں یقینی
بات ہے کہ ہم بھی پھنسے ہوئے ہیں۔ اور وہ دونوں ایک ہیں مگر تھوڑا سا فرق ہے۔
راضی ہونا تو یہ ہے کہ عقل سے اُس کو پسند کریں اور اچھا سمجھیں اور دل لگنا یہ ایک
طبعی بات ہے کہ طبیعت کو ایک چیز کی طرف رغبت اور خواہش ہو بعض مرتبہ رغبت
اور خواہش ہوتی ہے۔ مگر اچھا نہیں سمجھتے۔ جیسے چوری، حرام کاری وغیرہ اور کبھی اچھا
سمجھتے ہیں مگر رغبت نہیں ہوتی۔ جیسے کڑوی دوا یا شہادت کے لئے سفر کرنا کہ عقل تو
اچھا سمجھتی ہے مگر اُس کے ساتھ رغبت نہیں ہوتی غرض کہ ان دونوں میں یہ
فرق ہے کہ کبھی ان میں سے ایک بات ہوتی ہے اور ایک نہیں ہوتی تو اگر دنیا کے
ساتھ رغبت بھی ہو اور اُسکو پسند بھی کرتا ہو تو یہ حالت بہت سخت ہے۔ کافروں
کی تو عام طور پر یہی حالت ہے۔ مگر اکثر مسلمانوں میں بھی یہ بات ہے۔ اس کی کھلی
دلیل یہ ہے کہ اگر دنیا اور دین میں مقابلہ ہوتا ہے تو دنیا کو اختیار کرتے ہیں اور اُس
سے دل برا نہیں ہوتا۔ جیسے جھوٹے مقدموں میں جانا، یا رشوت لینے میں جرأت کرنا،
یا جیسے بعضوں کے پاس زمینیں دبی ہوئی ہیں سب جانتے ہیں کہ یہ سب باتیں گناہ
کی ہیں۔ مگر دل سے پسند ہیں کہ کبھی اپنی حالت پر افسوس نہیں ہوتا بلکہ جب نصیحت
کی جاتی ہے اور اُس کی اصلاح کی رائے دیجاتی ہے تو یوں کہا جاتا ہے کہ یہ تو ریاست
کے معاملے ہیں ان کو ہم ہی جانتے ہیں۔ دوسرے کیا جانیں۔ غرض اکثر لوگ دین
کے مقابلہ میں دنیا کو اختیار کرتے ہیں اور عقل سے اُسکو پسند کرتے ہیں۔ اگرچہ عقیدہ
ایسا نہیں ہے۔ اسی طرح یہ جانتے ہیں کہ بچوں کو اگر شروع میں انگریزی پڑھائی جائے

تو وہ دین سے بے خبر رہتے ہیں۔ مگر کہتے ہیں کہ ایسا نہ کریں تو ترقی کیونکر کریں۔ جان لوکہ یہ سب باتیں دنیا کو پسند کرنے کی وجہ سے ہیں۔ بلکہ اب تو وہ حالت ہوگئی ہے کہ مولویوں اور فقیروں میں بھی یہ مرض موجود ہے۔ بہت ہی کم اس سے بچے ہوئے ہیں حالانکہ اُن کو بہت زیادہ احتیاط کرنی چاہیے تھی۔

میں دیکھتا ہوں کہ کثرت سے ایسے مولوی اور فقیر ہیں کہ دنیا کی حرص سے اُنکا یہ مذہب ہوگیا ہے کہ مردہ جنت میں جائے یا دوزخ میں ہمارے چار پیسے سیدھے ہوجائیں۔ اور یہی وہ لوگ ہیں جن کی حالت دیکھکر دنیاداروں کو دین کے علم ہی سے نفرت ہوگئی ہے۔ صاحبو دین کے علم کو ہم نے خود ذلیل کیا ورنہ وہ تو ایسی چیز ہے کہ اُس کے سامنے سب کی گردنیں جھک جاتی ہیں دربار دہلی میں جب بادشاہ کے سامنے علما رگئے ہیں تو اُن کو دیکھکر بادشاہ خود جھک گیا۔ افسوس ہے۔ کہ دوسرے مذہب کے لوگ تو عزت کریں۔ دیکھو بادشاہ جس نے نوابوں اور راجاؤں کی طرف سر اُٹھا کر بھی نہیں دیکھا اُس نے مولویوں کو دیکھکر جھک کر اُن سب کی تعظیم کی اب بتلایئے کہ اُن کے پاس کیا چیز تھی کونسا ملک تھا صرف یہ بات تھی کہ مولوی ہیں دین کے پیشوا ہیں لیکن اگر ہم خود ہی علم کی بیقدری کرائیں تو اس میں کسی کا کیا قصور ہے۔ پیروں کی بھی حرص اور لالچ سے بہت بیقدری ہوگئی ہے،

مجھے ایک گنوار کا واقعہ یاد آیا کہ فصل پر جب کمینوں کا اناج نکالنے بیٹھا تو گھر والوں نے سب کو شمار کیا دھوبی کو بھی، بھنگی کو بھی اور یہ بیٹھا سنتا رہا جب سارے کمینوں کا نام سُن چکا تو کہنے لگا اس سُسرے پیر کا بھی تو حق نکالدو، مگر یہ پیر بھی ایسے ہوتے ہیں کہ موضع ستاوی کے بعضے لوگ قاضی صاحب منگلوری کے مرید ہوگئے تھے۔ خاندانی پیر صاحب کو جب خبر ہوئی تو کہنے لگے۔ اچھی بات ہے، دیکھو میں بھی تمہیں پلصراط پر سے دھکا دوں گا۔ تو ایسے پیر اسی قابل ہیں۔ اُن کی ایسی ہی قدر ہونی چاہیے۔ جیسے اس گنوار نے کی۔ اسی طرح بعضے مولوی بھی ایسے ہونے لگے ہیں۔

مولویوں اور فقیروں میں بھی یہ مرض ہے۔ ۱۲

پیروں کی بیقدری لالچ کی وجہ سے ہوئی۔

ع ۵ ایک گانوں کا نام ہے ۱۲

(باقی آئندہ)

مولانا فرماتے ہیں۔

صبر را با حق قرین کرد اے فلان　　آخر والعصر را آنگہ بخوان

یعنی حق تعالیٰ نے صبر کو حق کے ساتھ قرین کیا ہے اے شخص۔ تو اوس وقت والعصر کے آخر کو پڑھ۔ والعصر میں ہے کہ وتواصوا بالحق وتواصوا بالصبر حق سے مراد عقائد ہیں مولانا کا مطلب یہ ہے کہ صبر وہ ہے کہ حق تعالےٰ نے اوسکو عقائد کے ساتھ بیان فرمایا ہے تو کس درجہ کی شے ہوگی۔

صد ہزاران کیمیا حق آفرید　　کیمیائے ہمچو صبر آدم ندید

یعنی حق تعالےٰ نے لاکھوں کیمیائیں پیدا فرمائیں مگر (بنی) آدم نے صبر جیسی کوئی کیمیا نہیں دیکھی۔ مطلب یہ ہوا کہ صبر بہت ہی عمدہ اور حصول مقصود میں امداد دینے والی شے ہے آگے اون شیخ نابینا کا بقیہ قصہ فرماتے ہیں کہ۔

۲۵۷

اوس نابینا کا باقی قصہ اور اوس کا دیکھکر قرآن پڑھنا

مرد مہمان صبر کرد و ناگہان　　کشف گشتش حال مشکل در زمان

یعنی اوس مرد مہمان نے صبر کیا تو ناگاہ اوسی زمانہ میں وہ حال مشکل اوس پر کھل گیا (اِس طرح کہ)

نیم شب آواز قرآن را شنید　　جست از خواب آن عجائب را بدید

یعنی اوس مہمان نے آدھی رات کو قرآن کی آواز سُنی تو نیند سے اُٹھ بیٹھا اور یہ عجائب دیکھا کہ :۔

کہ ز مصحف کور میخواند درست | گشت بیصبر وز کور آن حال جست

یعنی کہ قرآن شریف سے وہ اندھا ٹھیک ٹھیک پڑھ رہا ہے تو یہ مہمان بے صبر ہوگیا۔ اور اندھے سے اس حال کی جستجو کی۔

گفت چون کوری عجب بے چشم و نور | چون ہمی خوانی و می بینی سطور

یعنی اوسنے کہا کہ تو کیسا عجیب اندھا بے چشم و نور کے ہے اور تو کس طرح پڑھ رہا ہے اور کس طرح سطروں کو دیکھ رہا ہے۔

آنچہ میخوانی بر آن افتادہ | دست را بر حرف آن بنہادہ

یعنی جو کچھ تو پڑھتا ہے اوسی پر پڑا ہوا ہے اور تو نے ہاتھ کو اوسی حرف پر رکھ رکھا ہے۔

۲۵۸

اصبعت در سیر پیدا میکند | کہ نظر بر حرف داری مستند

یعنی تیری انگلی چلنے میں ظاہر کر رہی ہے کہ تو یقیناً حرف پر نظر رکھتا ہے۔

گفت اے گشتہ ز جہل تن جدا | این عجب میداری از صنع خدا

یعنی اوس اندھے نے کہا کہ اے شخص جو جہل تن سے جدا ہے کیا تو قدرت خدا سے یہ عجب بات سمجھا ہے۔ چونکہ یہ دوسرے بھی بزرگ ہیں اس لئے اوس نے کہا کہ آپ جہل یا توں سے جدا ہیں اور آپکو اوس عالم کا انکشاف ہے پھر آپ اس سے تعجب کیوں کرتے ہیں۔ یہ تو قدرت حق ہے اور اسکی وجہہ ظاہری یہ ہوئی ہے کہ

من ز حق در خواستم کاے مستعان | بر قرات من حریصم ہمچو جان

یعنی میں نے حق تعالے سے درخواست کی تھی کہ اے مستعان میں قرآن پڑھنے پر جان کی طرح حریص ہوں۔ یعنی جس طرح کہ مجھے اپنی جان سے محبت ہے اسی طرح قرآن خوانی سے اُنس ہے۔

نیستم حافظ مرا نورے بدہ در دو دیدہ وقت خواندن بے گرہ

یعنی میں حافظ ہوں نہیں تو آپ میری دونوں آنکھوں میں قرآن پڑھنے کے وقت ایک نور بے رکاوٹ کے عطا فرما دیجئے۔

باز دہ دو دیدہ ام را آن زمان کہ بگیرم مصحف و خوانم عیان

یعنی وہ نور میری دونوں آنکھوں کو واپس دیدیا کیجئے جبکہ میں مصحف لوں اور عیاناً پڑھوں +

۲۵۹

آمد از حضرت ندا کاے مرد کار اے بہر رنجے بما امید وار

یعنی حضرت حق سے ندا آئی کہ اے مرد کار اور اے وہ شخص جو کہ ہر تکلیف میں ہمارا اُمیدوار ہے

حُسن ظن ست و امید خوش ترا کہ ترا گویم بہر دم بر ترا

یعنی تجھے حُسن ظن اور امید خوش یہ ہے کہ میں تجھے ہر دم کہونگا کہ ترقی کر مطلب یہ کہ تجھے امید ہے کہ ہم تجھے ہر دم ترقی دیں گے اسی لئے تو ایسی باتیں ہم سے مانگتا ہے تو حسن رکھہ کہ

ہر زمان کہ قصد خواندن باشدت یا ز مصحفہا قرارت بایدت

یعنی جو وقت کہ تیرا قصد قرآن پڑھنے کا ہو یا قرآن سے تجھے کچھہ پڑھنے کی

ضرورت ہو۔

من درآن دم وادہم چشم ترا۔ تا فرو خوانے معظم جوہرا

یعنی میں اوس وقت وہ نور تیری آنکھہ کو دیا کروں گا تاکہ تم پڑھ لیا کرو۔ اے معظم ذات۔ تو حق تعالےٰ نے یہ وعدہ فرمایا تھا۔ آگے فرماتے ہیں کہ۔

ہمچنان کرد و ہر آنگاہے کہ من واکشایم مصحف اندر خواندن

یعنی حق تعالےٰ نے ایسا ہی کیا کہ جسوقت میں قرآن شریف پڑہنے کے لئے کھولتا ہوں۔

آن خبیرے کہ نشد غافل ز کار آن گرامی بادشاہ کردگار

۲۶۰ یعنی وہ خبیر جو کہ کسی کام سے غافل نہیں ہے اور وہ معظم بادشاہ حق تعالےٰ۔

باز بخشیدم بینشم آن شاہ فرد در زمان ہمچون چراغ شب نورد

یعنی وہ شاہ یکتا ہی بینش کو پہر اوسی وقت عطا فرما دیتا ہے۔ مثل چراغ شب نورد کے یعنی جس طرح کہ چراغ تاریکی کو زائل کر دیتا ہے اسی طرح وہ روشنی تاریکی کو زائل کر دیتی ہے۔ چونکہ مولانا نے یہاں ایک حکایت اون شیخ اقطع کی بیان کی ہے کہ دو بے ہاتھ کے زنبیل بن رہے تھے دوسری حکایت ان شیخ ضریر کی کہ بے آنکھوں کے قرآن خوانی میں مشغول تھے اسلئے آگے فرماتے ہیں کہ۔

زین سبب نبود ولی را اعتراض ہر چہ بستاند فرستد اعتیاض

یعنی اسی لئے ولی کو اعتراض نہیں ہوتا کہ حق تعالیٰ جو کچھ لیتے ہیں اوس کا عوض بھیج دیتے ہیں۔ جیسا کہ ان دونوں قصوں سے معلوم ہوتا ہے کہ ایک کے

(باقی آیندہ)

الحدیث من ابتلی ببلیتین فلیختر اسھلھما یستانس لہ بقول عائشۃؓ ما خیر النبی صلی اللہ علیہ وسلم بین امرین الا اختار ایسرھما مالم یکن اثما (وھذا حدیث معروف) **ف** وھذا داب المربین المحققین لاسیما فی التربیۃ یراعون حال الطالب ویسھلون علیہ الخطب کیلا یشق علیہ الطریق۔

حدیث۔ جو شخص دو بلاؤں میں مبتلا ہو جاوے اوسکو چاہیئے کہ دونوں میں جو سہل ہو اوسکو اختیار کرے (یہ الفاظ حدیث کے نہیں۔ لیکن مضمون حدیث کے موافق ہے چنانچہ) اس مضمون کے لئے حضرت عائشہؓ کے قول سے مناسبت نکال سکتے ہیں کہ کبھی ایسا نہیں ہوا کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو دو امر میں اختیار دیا گیا ہو۔ مگر ہمیشہ آپنے آسان ہی صورت کو اختیار فرمایا اور یہ حدیث معروف ہے (اور مناسبت ظاہر ہے) **ف** اور یہی طریقہ ہے محققین اہل تربیت کا خصوص تربیت میں کہ اس میں طالب کی حالت کی رعایت کرتے ہیں اور دشوار کام کو اوسپر سہل کر دیتے ہیں تاکہ طریق اوسپر دشوار نہ ہو۔

الحدیث من تشبع بما لم یعط فھو کلابس

حدیث۔ جو شخص ایسی چیز کے ہونے کو جتلاوے جو اوسکو عطا نہیں کی گئی (خواہ مال ہو یا کمال ہو)

ثوبی زور متفق علیہ

ف اکمل العاملین بھذا الحدیث هم المشائخ حیث یتوقون الدعوے ولو ایھاما ویقون اصحابہم۔

الحدیث من حمل سلعتہ فقد بریٔ من الکبر القضاعی والدیلمی فی مسندیھما من حدیث سفیان عن محمد بن المنکدر عن جابر بہ مرفوعا **ف** وھو اوضح ماخذ لامثال مایعالج بہ المشائخ مریدیہ فی الکبر

الحدیث من دعا علی من ظلمہ فقد انتصر الترمذی وابویعلی وغیرھما من حدیث ابراھیم عن الاسود عن عائشۃ رض بہ مرفوعا

وہ شخص ایسا ہے جیسے تمام لباس جھوٹ کا پہن لیا۔ روایت کیا اسکو بخاری و مسلم نے

ف سب سے زیادہ عمل کرنے والے اس حدیث کے مشائخ ہیں کہ دعوے کے ایہام تک سے خود بھی بچتے ہیں اور اپنے متعلقین کو بھی بچاتے ہیں (اور اوس ایہام تک دوسروں کی نظر بھی نہیں جاتی +

حدیث۔ جو شخص اپنا اسباب اُٹھا کر خود لے آوے وہ کبر سے بری ہوگیا۔ اسکو قضاعی اور دیلمی نے اپنی مسندوں میں سفیان کی روایت سے ذکر کیا ہے اونہوں نے محمد بن المنکدر سے اونہوں نے جابر سے مرفوعاً روایت کیا ہے **ف** یہ حدیث واضح تر ماخذ ہے ایسے علاجوں کا جنکو مشائخ اپنے مریدوں کے لئے کبر کے متعلق تجویز کرتے ہیں +

حدیث۔ جو شخص ایسے شخص پر جس نے اوسپر ظلم کیا ہو بددعا کرے اوس نے اپنا بدلہ لے لیا۔ روایت کیا اسکو ترمذی و ابویعلی وغیرہما نے ابراہیم کی روایت سے وہ اسود سے اور وہ عائشہ رض سے مرفوعاً روایت

التعریض فی التوقی عن الدعویٰ

۱۱۸

علاج الکبر

ف وکمان ہذا الحدیث عما دما علیہ اکثر اہل الطریق من العفو عن من ظلمہم وھو ظاہر کن لک ہو مستند لما علیہ بعضہم من الدعاء علیہ بشئ ھین من المکروہ کیلا یلحقہ ضرر اشد لو صبروا فالصابر منہم وغیر الصابر کلاھما یقصدون الرحمۃ بہ لکن اللون مختلف۔

الحدیث من رفع کتابًا عن الطریق الدارقطنی فی الافراد من حدیث سلیمان بن الربیع عن ہمام ابن یحیی عن عمرو بن عبداللہ ابن ابی خثعم عن یحیی ابن ابی کثیر عن ابی امامۃ عن ابی ہریرۃ بہ مرفوعًا ولابی الشیخ عن انس رفعہ من رفع

کرتے ہیں۔ **ف**۔ اور جس طرح یہ حدیث اوس عادت کی بنا ہے جسپر اکثر اہل طریق ہیں کہ ظلم کرنے والیکو معاف کردیتے ہیں۔ اسیطرح اوس عادت کی بھی سند ہے جسپر بعض اہل طریق ہیں کہ کچھ خفیف ضرر کی بددعا کردیتے ہیں۔ تاکہ صبر کرنے کی وجہ سے اسکو کوئی بڑا ضرر لاحق نہ ہوجاوے غرض صابر اور غیر صابر دونوں کا قصد یہی ہے کہ ظالم کے ساتھ رحمت کا برتاؤ ہو۔ لیکن رنگ رحمت کا مختلف ہے۔

حدیث۔ جو شخص کوئی لکھا ہوا کاغذ رستہ سے اوٹھالے روایت کیا اسکو دارقطنی نے افراد میں سلیمان بن ربیع کی روایت سے اونہوں نے ہمام بن یحیی سے اونہوں نے عمرو بن عبداللہ بن ابی خثعم سے اونہوں نے یحیی بن کثیر سے اونہوں نے ابوامامہ سے اونہوں نے حضرت ابوہریرہ سے اسی لفظ سے مرفوعًا اور ابوالشیخ کی روایت حضرت انس سے جسکو مرفوع کیا ہے یہ ہے کہ جس شخص نے

قرطاس من الارض
فیہ بسم اللّٰہ
اجلالا کتب
من الصدیقین
ف وعلیہ
عمل المتادبین
قدر استطاعتھم
وعدی اھل
الدرایۃ منھم
ھذا الحکم
الی ما فیہ
مادۃ الاذکار
من الحروف
بدون الھیئۃ
ثم منہ الی محل
ھذہ المادۃ
من الکاغذ
الساذج بتفاوت
المراتب۔
الحدیث مرسلاً
سالک التھم اتھم

زمین سے کوئی کاغذ اوٹھا لیا جس میں بسم اللہ تھی ادب وتعظیم کے سبب وہ صدیقین سے لکھا جاوے گا۔ **ف**۔ اور اسی پر عمل ہے اہل ادب کا جہاں تک اونکے بس میں ہے اور ان میں جو اہل درایت ہیں اونہوں نے اس حکم کو ایسے کاغذات کی طرف بھی متعدی کیا ہے جن میں حروف ہوں جو مادہ ہے اذکار کا گو ہیئت نہ ہو (یعنی بسم اللہ وغیرہ لکھی ہوئی نہ ہو اور کوئی عبارت ہو۔ مگر اوس عبارت کے حروف تو وہی ہیں جن سے اسماء الٰہیہ وکلام الٰہی مرکب ہے) پھر اوس سے آگے متعدی کیا ان حروف کے محل یعنے سادہ کاغذ تک (اگرچہ اوسمیں کچھ لکھا نہ ہو) مگر ان سب مراتب میں تفاوت ہے (یعنی جس پر بسم اللہ وغیرہ لکھی ہو اوسکا سب سے زیادہ ادب ہے پھر اوس کا جس میں کوئی دوسری عبارت لکھی ہو پھر خالی کاغذ کا)۔

حدیث۔ جو شخص تہمت (وشبہ) کے رستوں میں چلیگا اوسکو تہمت لگائی جاویگی

(رفع الکاغذ عن الطریق) ۱۲۰

(باقی آئندہ)

پورے طور سے انجام نہیں دے سکتے تھے۔ اب تو غالباً تسکین ہوگئی ہوگی۔ (وعظ فضائل العلم والخشیۃ دعوات جلد ۳۔ صفحہ ۲ سطر ۳)

(۹۳) **حکایت**۔ دیوبند میں ایک مسلمان جن پر اس نئی تہذیب کا اثر پڑا تھا کہنے لگے کہ قیامت کوئی چیز نہیں ہے ایک ناصح نے اُن سے کہا۔ کہ میاں قیامت کے قائل ہونے میں کیا حرج ہے اگر بالفرض تمہارے خیال کے مطابق قیامت نہوئی اور تم اُس کے وجود کے معتقد رہے تو تمہارے اس غلط عقیدہ کا تمہیں کوئی ضرر نہ ہوگا کیونکہ کوئی باز پرس ہی کرنے والا نہیں اور اگر ہمارے خیال کے مطابق قیامت ہوئی اور تم اس کے منکر ہوئے تو یاد رکھنا بہت جوتیاں لگیں گی یہ جواب اصل میں حضرت علیؓ سے منقول ہے جو اُنہوں نے کسی دہریے کو دیا تھا۔ اسکو کسی نے نظم بھی کیا ہے۔

قال المنجم والطبیب کلاھما ... لاتحشر الاجساد قلت الیکما
ان صح قولکما فلست بخاسر ... او صح قولی فالخسار علیکما

(وعظ ایضاً صفحہ ۳۲ سطر ۲)

(۹۴) **حکایت مشتمل بر مثال**۔ ایک بزرگ نے ایک بادشاہ سے پوچھا کہ اگر تم اتفاقاً شکار میں نکلجاؤ اور تن تنہا رہ جاؤ اور اسوقت تم کو شدت سے پیاس لگے کہ تمہارا دم نکلنے لگے اسوقت اگر کوئی شخص تمہارے پاس ایک پیالہ پانی لائے اور نصف سلطنت اسکی قیمت بتلائے تو تم اس کو خرید لوگے کہ نہیں اس نے کہا کہ میں ضرور خرید لوں گا۔ پھر اُن بزرگ نے کہا کہ اور اگر اتفاق سے تمہارا پیشاب بند ہوجائے اور کسی طرح ادرار نہ ہو اور ایک شخص اس شرط پر کہ بقیہ نصف سلطنت اسکو دیدو پیشاب اُتار دینے کا وعدہ کرے تو تم کیا کرو۔ اس نے کہا میں بقیہ نصف بھی اسکو دیدوں تو اُن بزرگ نے کہا کہ آپ کی سلطنت کی یہ قیمت ہے کہ ایک پیالہ پانی اور ایک پیالہ پیشاب جس کے لئے آپ اسقدر منہمک ہیں (وعظ ایضاً صفحہ ۳۵ سطر ۱)

(۹۵) حکایت۔ ایک شخص مدت سے مجھ سے خط و کتابت رکھتے تھے لیکن جب ان کا خط آتا تھا کسی نہ کسی دنیاوی غرض کے لئے آتا تھا میں نے اونکو لکھا کہ تم جب لکھتے ہو دنیا ہی کی باتیں لکھتے ہو کیا تم کو دین کی باتوں میں کبھی کوئی ضرورت نہیں ہوتی تو وہ جواب میں لکھتے ہیں کہ میرے پاس بہشتی زیور موجود ہے۔ مجکو جو دین کی ضرورت پیش آتی ہے اس میں دیکھ لیتا ہوں گویا اُن کے نزدیک سارا دین بہشتی زیور ہی کے اندر آگیا ہے یا اُن کو بجز اُن مسائل کے جو اس میں ہیں اور کسی مسئلہ کی ضرورت ہی نہیں پڑتی۔ اس میں شک نہیں کہ بہشتی زیور میں ایک کافی تعداد مسائل کی موجود ہے۔ لیکن اول تو اس میں زیادہ تر وہ مسائل ہیں جو عورتوں کے ساتھ خاص ہیں یا مشترک ہیں عورتوں اور مردوں میں اور قطع نظر اس سے اس میں مسائل اسقدر نہیں کہ اون کے بعد ضرورت دریافت ہی کی نہ ہو نیز یہ بھی ممکن نہیں کہ اوس کے سارے مسائل مطالعہ سے حل ہی ہو جائیں۔ اور کسی مسئلہ میں شبہ ہی پیدا نہ ہو۔ (تفصیل التوبہ دعوات جلد ۴ صہ ۱۳۰ سہ)

(۹۶) مثال طبعی گرانی کی ہی وجہ سے اللہ تعالےٰ نے اول دلائل حضور کی اطاعت کے واجب ہونے کے بیان فرما دیے۔ اسکی ایسی مثال ہے کہ ایک شخص کے یہاں مثلاً کوئی مہمان آرہا ہو اور کسیکو قرینہ سے معلوم ہو کہ اگر اسکو خبر ہو گی تو گراں گذرے گا تو اسکی گرانی دفع کرنے کے لئے کہتے ہیں کہ تم کو خبر بھی ہے تمہارے یہاں کون آرہا ہے تمہارے یہاں وہ شخص آرہا ہے جو تمکو روپیہ بھیجتا ہے اور رفیع القدر ہے۔ اور تم اسپر عاشق ہو۔ (وعظ شروط الایمان دعوات جلد ۶ صہ ۲۱۴ سہ ۲)

(۹۷) مثال۔ ایک مرتبہ انجمن نعمانیہ لاہور کے وعظ میں کہا کہ اگر تمکو سود کھانا ہی ہے تو کھاؤ۔ لیکن اسکو حرام تو سمجھو گناہ کو حلال سمجھنے سے تو یہ پھر بہتر ہے اور جو تم فقہی روایت کے اتباع کا اس باب میں دعوے کرتے ہو تو یہ اتباع شریعت کا نہیں اتباع ہوا بلکہ نفسانی ہے۔ ہم تو متبع جب سمجھتے کہ

کہ تمام امور میں فقہ کا اتباع کامل ہوتا کیا تمام فقہ میں سے آپکو یہی مسئلہ عمل کرنیکے
لئے ملا تہا یہ تو ایسا ہی ہے کہ کسی نے کسی آزاد سے پوچھا تہا کہ میاں روزہ رکھوگے
کہا بہائی ہمت نہیں ہے جب دن ختم ہوا پوچھا کہ افطاری کہاؤ گے کہنے لگے کہ
بہائی افطاری بھی نہ کہائیں تو کیا بالکل کافر ہوجائیں اور جیسے کسی طفیلی سے پوچھا
تہا کہ قرآن مجید میں تم کو کونسی آیت پسند آئی کہا کلوا واشربوا پہر کہا کہ دعاؤں
میں سے کونسی دعا تم کو اچھی معلوم ہوتی ہے کہا ربنا انزل علینا مائدۃ
من السماء۔ صاحبو! یہ فقہ پر عمل نہیں ہے یہ ہوائے نفسانی پر عمل ہے (وعظ ایضاً ص۲۱۱ س۹)

(۹۸) **حکایت**۔ ایک لڑکے نے یہ کہا تہا کہ کیا اس گرانی میں بہی ڈیڑہ سیر
ہی گیہوں واجب ہیں پہلے تو اناج ارزاں تہا اس وقت کم قیمت میں آتا تہا۔
اب اِس قدر واجب ہونا چاہیے جتنا اس قیمت میں آجائے غضب ہے
احکام سلطنت میں کوئی شخص معارضہ نہیں کرتا اور احکام شرعیہ میں ہر شخص
جسارت کرتا ہے۔ (وعظ ایضاً ص۲۲۲ س۱۵)

(۹۹) **حکایت**۔ ایک مسئلہ فرائض کا میرے پاس آیا اسمیں ایک
بیوی ایک بیٹی ایک عصبہ تہا مسئلہ کا جواب سنکر بیوی اور بیٹی کہتی ہیں کہ
اللہ میاں نے (توبہ توبہ) یہ عصبہ کی کہاں شاخ لگادی اون کی رائے یہ تھی
کہ عصبہ نہ ہونا چاہیے۔ میں نے اُن سے پوچھا کہ اگر تم خود عصبہ ہو تو اسوقت کیا
رائے دو اسوقت تو یہ کہنے لگیں کہ سبحان اللہ شریعت میں کیا عدل اور حق رسانی
ہے کہ دور دور کے رشتہ کی بہی رعایت رکھی ہے (وعظ ایضاً ص۲۲۲ س۱۹)

(۱۰۰) ایک اور قصبہ کا واقعہ ہے کہ ایک شخص کی ہمشیرہ کا نکاح کسی شیعی
سے ہوا۔ وہ ہمشیرہ مرگئی اور اُس نے خاوند اور وہ بہائی وارث چھوڑے۔
بہائی نے چاہا کہ خاوند کو حصہ نہ دوں چنانچہ ایک استفتا تیار کیا کہ شیعہ مرد کا نکاح
سنیہ عورت سے ہوتا ہے یا نہیں یہ مکر اس لئے کیا کہ نکاح جائز نہ ہوگا تو وہ
شوہر شوہر نہ ہوگا تو تمام جائداد میرے ہی پاس رہے گی اور اس کی کچھ پرواہ

۴۷

نہیں ہوئی اور نہ غیرت آئی کہ اتنے دنوں تک بہن بلانکاح ایک غیر مرد کے پاس رہی۔ شریعت کو لوگوں نے موم کی ناک سمجھ رکھا ہے جس طرح چاہا موڑ لیا۔ غرض اخیر فیصلہ ہوائے نفسانی پر کرتے ہیں۔ اگر شریعت سے ملے تو شریعت کی طرف رجوع کرتے ہیں۔ اور اگر شریعت سے حصہ نہ ملے تو عدالت میں جاتے ہیں کہ بھائی ہم تو گنہگار ہیں۔ بال بچے والے ہیں ہم سے شریعت پر کیسے عمل ہو سکتا ہے شریعت پر تو وہ عمل کرے جس کے نہ جورو نہ اولاد دم نقد ہو جس طرح چاہے کرے۔ اور دنیا دار کو تو ہر قسم کی ضرورتیں پیچھے لگی ہیں۔ (وعظ ایضاً صـ۲۲۳ سـ۳)

(۱۰۱) مثال اگر ایک شخص کے یہاں مال و دولت حشمت و شوکت سب کچھ ہو اور اسکو پھانسی کا حکم ہو جائے اور اس کے مقابلہ میں ایک شخص فرض کیا جائے کہ جسکے پاس ایک پیسہ نہیں ہے اور مزدوری کر کے اطمینان کے ساتھ اپنا پیٹ پالتا ہے اس سے اگر یہ کہا جائے کہ فلاں شخص کی تمام دولت تم کو ملیگی اگر بجائے اس کے تم پھانسی پر چڑھ جاؤ۔ اور یہ اقرار کرلو کہ قاتل میں ہوں وہ ہرگز منظور نہ کرے گا۔ اور کہیگا کہ میں دولت کو لیکر کیا چولھے میں ڈالوں گا جب میری جان ہی نہ ہوگی تو ایسی دولت کو کیا کروں گا اور اس دولتمند سے اگر پوچھا جائے کہ تم کو خلاصی ہو جائے گی۔ مگر اس شرط سے کہ اس شخص کا فقر و فاقہ تمکو ملیگا تو وہ خوشی سے راضی ہو جائے گا۔ معلوم ہوا کامیابی کی حقیقت مال و جاہ و صحت نہیں ہے بلکہ حقیقت اوسکی اطمینان اور راحت قلب ہے ہم دعوے سے کہتے ہیں کہ اگر اہل اللہ پر فقر و فاقہ اور مصائب خواہ کسی قدر ہوں اون کا قلب پریشان نہیں ہوتا۔ اور نافرمان کو کتنی ہی عیش و عشرت ہو لیکن اس کا قلب ہمیشہ پریشان ہے (وعظ ایضاً صـ۲۲۴ سـ۱۴)

(۱۰۲) حکایت مشتمل مثال۔ میں ایک قصہ عرض کرتا ہوں کہ اس سے آپ کو کلام اللہ کی شوکت و صولت کا اندازہ ہوگا کہ جب جناب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے تبلیغ و دعوت اسلام شروع فرمائی اور بتوں کی مذمت کی

۴۸

اور لوگ مسلمان ہوتے لگے تو ایک روز روسا مکہ جمع ہوئے - اور آپس میں مشورہ کیا کہ
انہوں نے ہمارے مجمع کو پریشان کر دیا اور ہمارے معبودوں کی توہین کی کیا تدبیر کیجائے
کہ یہ باز آجائیں اور اس فتنہ کو سکون ہو ایک شخص نے بیڑا اُٹھایا کہ میں اون کو کسی طرح
لالچ دیکر راضی کر لوں گا - آیندہ سے وہ رک جائیں گے وہ احمق یہ سمجھا تھا کہ جیسے لوگ
طالب زر یا دنیا ہوتے ہیں ایسے ہی یہ بھی ہوں گے آجکل بھی لوگ بزرگوں کو
ایسا ہی سمجھتے ہیں اور بعض لوگ بزرگوں سے اس لئے تعلق پیدا کرتے ہیں کہ انکی
ذریعہ سے روپیہ ہاتھ آجائے گا - یا کوئی عورت مل جائے گی اور یہ غور نہیں کرتے
کہ جب اس شخص نے دنیا کو اپنے لئے پسند نہیں کیا تو دوسروں کے واسطے
کہاں سے لائیں گے - واللہ بڑا ظلم وستم ہے کہ اہل اللہ کے سامنے دنیوی اغراض
پیش کی جائیں اہل اللہ کی خدمت میں دنیوی مقاصد لیجانیکی ایسی مثال ہے جیسے
کسی جوہری کے پاس چارپائی بننے کے لئے جائیں یا سنار کے پاس کھرپا لیجائیں
کہ اسکو سان پر رکھدے اہل اللہ طبیب روحانی ہیں وہ امراض باطنی کے معالجہ
کے لئے ہیں اُن سے یہی کام لینا چاہئیے آجکل یہ حالت ہے کہ کوئی تمک پڑھواتا
ہے کہ میرا فلاں عورت سے نکاح ہو جائے کوئی تعویذ لکھواتا ہے کہ میرا مقدمہ
فتح ہو جائے انا للہ الخ حدیث میں ہے ارحموا ثلثۃ - تین آدمیوں پر رحم کرو یعنی
تین آدمی رحم کے قابل ہیں انمیں ایک یہ بھی ہے عالم یلعب بہ الجہال یعنی وہ
آدمی جسکے ساتھ جہلا تمسخر کرتے ہوں اور یہ بھی تمسخر ہے کہ اس سے دوسرا کام لیا جائے جوہری کے پاس
کھرپا درست کرانے کیلئے لیجانا اسکے ساتھ ظاہر ہے کہ تمسخر کرنا ہے - اسی طرح اس شخص نے بھی جناب رسول اللہ
صلی اللہ علیہ وسلم کو یہی سمجھا چنانچہ حضور کی خدمت میں آیا اور عرض کیا کہ آپکا
مقصد کیا ہے اگر مال مطلوب ہے تو ہم چندہ جمع کر کے آپ کو بہت سا
مال جمع کر دیں - اور اگر جاہ مقصود ہے تو ہم سب ملکر آپ کو سردار بنالیں
اور اگر عورتیں مرغوب ہیں تو قریش کی خوبصورت عورتیں آپ کے لئے
حاضر ہیں مگر کیا ٹھکانا تحمل کا کہ آپ یہ سب سنکر ساکت رہے جب وہ سب

۴۹

تقریر ختم کر چکا تو آپ نے جواب میں بجز اس کے کچھ نہیں فرمایا کہ اعوذ اور بسم اللہ پڑھکر یہ آیتیں تلاوت فرمائیں۔

حٰمٓ ۚ تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۚ كِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰيٰتُهٗ الخ جب آپ پڑھتے پڑھتے اس آیت پر پہونچے فَاِنْ اَعْرَضُوْا فَقُلْ اَنْذَرْتُكُمْ صٰعِقَةً مِّثْلَ صٰعِقَةِ عَادٍ وَّثَمُوْدَ (یعنی اگر یہ لوگ اعراض کریں تو آپ فرما دیجئے کہ میں تمکو ایسی کڑک سے ڈراتا ہوں جو مثل کڑک عاد و ثمود ہے اس کلام کی شوکت و دبدبہ نے وہ اثر کیا کہ گھبرا گیا اور کہا میں سن نہیں سکتا اور وہاں سے بھاگا اور آکر رؤسا مکہ سے کہا کہ میری حالت تو اس شخص کے پاس جاکر عجیب ہوئی اور تمام قصہ بیان کیا اور کہا کہ جب آپ نے فان اعرضوا الخ آیت پڑھی تو مجھے یقین ہو گیا تھا کہ مجھ پر اب بجلی گری اور اگر تھوڑی دیر بیٹھا رہتا تو میں اپنے دین کو جواب دیچکا تھا فرمایئے یہ کیا اثر تہا کلام الٰہی کی تو قوۃ تھی ہی لیکن پڑہنے والے چونکہ خود عامل تھے زیادہ اثر اس کا بھی تہا۔ پس نری اپنی تربیت کو کافی سمجھنا نادانی ہے۔ (وعظ اختیار خلیل دعوات جلد ۶ ص ۱۹ سنہ)

(۱۰۳) **حکایت** ۔ ابھی میرے پاس ایک کتاب آئی ہے اس میں ایک میرے دوست نے شعب ایمانیہ کی تفصیل لکھی ہے کہ ایمان کی کچھ اوپر ستر شاخیں ہیں یہ مضمون حدیث کا ہے ان شعب کی اونہوں نے تفصیل لکھدی ہے اور میرے پاس لکھا ہے کہ میں نے یہ کتاب اپنے ایک عزیز یا دوست کے پاس جو وکیل ہیں بھیجی تہی اونہوں نے اس کے جواب میں لکھا ہے کہ تم نے ایمان کو بہت طویل کر دیا۔ ایمان کیا ہے شیطان کی آنت ہے زمانہ کا اقتضا تو یہ ہے کہ ایمان کو مختصر کرو۔ (توبہ توبہ) استغفر اللہ بتلایئے ایسے شخص کو کیونکر مومن کہا جائے۔ دیکھئے یہ تحریر اس شخص کی تبلارہی ہے کہ یہ شخص یا تو دین سے بالکل بے خبر ہے اور یا اعلیٰ درجہ کا بے ادب ہے (شروط الایمان ص ۱۹ سنہ)

(۱۰۴) **مثال** ۔ اختصار کی ایسی مثال ہو گی جیسے شاہی باز م کر ایک ڈ ھیا

۵۰

کے گھر چلا گیا بڑھیا نے اسکو پکڑ لیا اس کی چونچ دیکھی تو بہت بڑی ہے۔ بہت افسوس کیا کہ ہائے یہ کیسے کھاتا ہوگا قینچی لیکر اوس کی چونچ کتر دی پنجے دیکھے تو وہ بھی لمبے لمبے تھے کہنے لگی کہ ہائے یہ چلتا کیسے ہوگا پنجے بھی کتر دیئے غرض جو چیزیں اسمیں کمال کی تھیں وہ سب اڑا دیں اسلام میں اگر اختصار کیا جائیگا تو اس باز ہی کی سی حالت ہوگی وہ اسلام ہی کیا رہے گا (وعظ ایضاً صفہ ۱۹۳ سطر ۲)

(۱۰۵) **حکایت**۔ بابری میں ایک بزرگ مجذوب ہیں سٹے والوں نے اونکو تنگ کر دیا ہے۔ وہ بیچارے پریشان ہیں وہ کچھ بڑبڑا کر دیتے ہیں یہ لوگ اسمیں سے کچھ الفاظ نکالکر ان سے کچھ استنباط کر لیتے ہیں یاد رکھو مجاذیب سے تعلق اس شخص کو ہوگا جو دنیا دار ہو اس لئے کہ مجذوب سے دین کا تو کچھ فائدہ کسیکو ہوتا نہیں اور دنیا کا فائدہ بھی صرف لوگوں کے زعم میں ہے واقعی وہ بھی نہیں لوگ یوں سمجھتے ہیں کہ ان کے کہنے سے یوں ہو گیا حالانکہ ان کے کہنے سے کچھ نہیں ہوتا۔ بلکہ ان کے منہ سے وہی باتیں نکلتی ہیں جو ہونیوالی ہیں اگر وہ نہ بھی کہتے جب بھی وہ باتیں ہوتی۔ (وعظ ایضاً صفہ ۱۹۶ سطر ۳)

۵۱

(۱۰۶) **حکایت**۔ ایک گاؤں کی نسبت جبرئیل علیہ السلام کو حکم ہوا کہ اسکو الٹ دو جبرئیل علیہ السلام نے عرض کیا کہ اس گاؤں میں ایک شخص ہے کہ اس نے کبھی نافرمانی نہیں کی فرمایا کہ مع اس کے الٹ دو۔ اسلئے کہ ہماری نافرمانی دیکھتا تھا اور کبھی اسکو تغیر تک نہیں ہوا۔ (اختیار خلیل دعوات ج ۶ صفہ ۱۹۷ سطر ۶)

(۱۰۷) **حکایت**۔ ایک لڑکے سے میں نے کہا کہ تم نماز کیوں نہیں پڑھتے کہنے لگا کہ نماز کس کی پڑھوں مجھے تو خدا کے وجود ہی میں شک ہے مجھے سخت صدمہ ہوا۔ اس کے بعد وہ لڑکا بھی چشم نم ہوا۔ اور اس نے کہا کہ اس کا وبال میرے ماں باپ کی گردن پر ہے کہ اونہوں نے مجھے ایسی جگہ

تعلیم کے لئے بھیجا اپنے ہاتھوں اپنی اولاد کو بگاڑتے ہیں (وعظ ایضاً ۱۹۹ سلا)

(۱۰۸) چوپالوں اور بیٹھکوں کی صحبت بہت زیادہ قابل انسداد ہے۔ اور وہ شے جو انجن ہے ان سب کے کھینچنے کا جو گھروں سے اونکو نکال نکال کر یہاں بٹھلاتا ہے وہ حقہ ہے وہ تو قابل جلا ہی دینے کے ہے میری سمجھ میں اس اختلاط کا زیادہ سبب یہی آیا اسی واسطے میں نے اسکی تخصیص کی (وعظ ایضاً صنہ ۲۰ سلا)

(۱۰۹) **لطیفہ**۔ ایک لطیفہ یاد آیا حضرت مولانا فضل الرحمن صاحبؒ سے ایک شخص نے عرض کیا کہ حضرت ذکر میں پہلا سا مزا نہیں آتا۔ فرمایا کہ میاں پرانی جورو اماں ہو جاتی ہے یعنی مزہ تو نئی شے میں ہوتا ہے اور پرانی شے میں مزہ اور حال و شوق نہیں ہوتا البتہ اس سے انس بڑھ جاتا ہے (وعظ اطاعۃ الاحکام دعوات ملہ صنہ ۵۲ سلا)

۵۲ (۱۱۰) **حکایت**۔ ایک ڈوم نے سنا تھا کہ چاند دیکھکر روزہ فرض ہو جاتا ہے اُس نے کہا کہ ہم چاند ہی نہ دیکھیں گے جو روزہ فرض ہو جس روز چاند رات ہوئی گھر میں چھپ کر بیٹھ گیا کھانا پینا بول و براز سب گھر میں ہی کرتا کئی روز بعد بیوی نے ملامت کی کہ کمبخت کیا آفت و نحوست ہے کہ گھر میں موتنے ہگنے ہی لگا ہے جا باہر نکل ڈرتے ڈرتے آنکھیں بند کرکے منہ کو ہاتھ اور کپڑے سے ڈھانک کر باہر نکلا کہ کبھی چاند کہیں نظر نہ پڑ جائے اور جنگل میں جاکر رفع حاجت کی اور طہارت کے لئے ایک تالاب پر آیا اور ڈرتے ڈرتے اپنی نگاہ نیچے کرکے آنکھیں کھولیں تو پانی میں چاند کا عکس نظر آیا تو آپ فرماتے ہیں کہ بڑ جا آنکھوں ماں۔ کر دے روجہ پھر ج (یعنی آنکھوں میں گھس جا۔ اور روزہ فرض کر دے)

تو صاحبو! جیسے یہ ڈوم حماقت میں مبتلا تھا۔ کہ روزہ کی فرضیت سے ڈرتا تھا حالانکہ روزہ اسپر فرض ہو چکا تھا۔ ایسی ہی بعض حضرات جو اصلاح کے نام سے

(باقی آئندہ)

اور وہ منبر کے قریب ہی تھے وہ بیان کرتے تھے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ منبر پر رونق افروز ہوئے اور اُنہوں نے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا بیان کی اور نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجا پھر فرمایا کہ بہترین امت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے ابوبکر رضی اللہ عنہ ہیں اور دوسرے درجہ میں عمر رضی اللہ عنہ ہیں اور فرمایا کہ ان کے بعد اللہ تعالیٰ جس کو چاہیگا بہترین اُمت بنائے گا۔ سفیان[۱۲] ثوری سے اسود بن قیس سے اُنہوں نے ایک شخص سے اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ نے جنگ جمل کے دن فرمایا کہ امارت و خلافت کے بارے میں نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمکو کچھ وصیت نہیں فرمائی کہ ہم اس کے مطابق عمل کرتے بلکہ وہ ایسی بات تھی جس کو ہم سب نے اپنی ذاتی رائے سے ضروری سمجھا۔ چنانچہ ابوبکر رضی اللہ عنہ خلیفہ کیے گئے خدا ان پر رحمت نازل فرمائے اُنہوں نے کما حقہ اقامت دین فرمائی اور خود بھی راہِ مستقیم پر رہے پھر عمر خلیفہ بنائے گئے اللہ اُنپر رحم کرے اُنہوں نے بھی کما حقہ دین کی اقامت فرمائی اور خود بھی مستقیم رہے۔ یہاں تک دین اسلام نے زمین پر اپنا جران[۵] رکھدیا (یعنی کمال قوت کو پہونچ گیا) ان سب روایتوں کو امام احمد نے نقل کیا ہے۔ مسعر[۱۲] بن کدام نے عبد الملک بن میسرہ سے اُنہوں نے نزال بن سبرہ سے اُنہوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ آپنے فرمایا بہترین اُمت نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما ہیں۔ اس حدیث کو ابو عمر نے اپنی کتاب استیعاب میں روایت کیا ہے (ازالۃ الخفا)

۱۶۳

[۵] اس قسم کا کلام حضرت علی رضی اللہ عنہ کا حضرت عمر فاروق رضی اللہ عنہ کی مدح میں کتب شیعہ میں بھی موجود ہے چنانچہ علی مرتضےٰ فرماتے ہیں ؎

ولیھم وال فاقام واستقام حتی ضرب الدین بجرانہ (نہج البلاغۃ قسم دوم صفحہ ۵۳م مطبوعہ مصر)	اور ان کا ایک حاکم ہوا جس نے (دین کو) قایم کیا اور خود مستقیم رہا یہاں تک کہ دین نے اپنا جران رکھدیا۔

اس عبارت کے پہلے فقرہ کا ترجمہ ملا فتح اللہ کاشانی نے اس طرح لکھا ہے کہ "والی ایشاں شد والی کہ آن عمر خطاب ست" اور دوسرے فقرہ کا ترجمہ اس طرح کیا ہے تا آنکہ بزد دین پیش سینہ خود بر زمین و این کنایت ست از استقرار و تمکین اہل اسلام

ترجمہ حاکم ہوا ان کا ایک حاکم یعنی عمر بن خطاب پس انہوں نے (دین کو) قائم کیا اور خود بھی مستقیم رہے یہاں تک کہ دین نے اپنا جران رکھدیا جران بکسر جیم اونٹ کے سینہ کے اس کنارہ کو کہتے ہیں جو گردن سے ملا ہوتا ہے اونٹ جب زمین پر بیٹھ کر اپنا سینہ زمین پر رکھدیتا ہے تو اُسکی نہایت اطمینان و راحت کی حالت ہوتی ہے حضرت علی مرتضےٰ نے اپنے اس قول میں دین کو اونٹ کے ساتھ تشبیہ دیکر فرمایا کہ دین نے سینہ رکھدیا یعنی دین کو کمال اطمینان و راحت حاصل ہوئی جس سے تقویت اور تمکین دین مراد ہے ۱۲

بخاری نے ابن شہاب سے اُنھوں نے سعید اور ابوسلمہ سے روایت کی ہے کہ وہ دونوں حضرات فرماتے تھے کہ ہم نے ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے سُنا کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایک چرواہا اپنی بکریوں کے گلہ میں تھا کہ اچانک ایک بھیڑیے نے بکریوں پر حملہ کیا اور اُس گلہ میں سے ایک بکری اُسنے پکڑلی چرواہا اُس کے پیچھے دوڑا یہاں تک کہ اُسنے بکری کو بھیڑیئے سے چھُڑا لیا اُس وقت بھیڑیئے نے چرواہے کی طرف متوجہ ہو کر کہا کہ یوم السبع[1] میں بکری کو کون بچائے گا جس دن سوا میرے کوئی اُن کا چرواہا نہ ہوگا۔ لوگوں نے کہا سبحان اللہ (بھیڑیا باتیں کررہا ہے) نبی کریم صلے اللہ علیہ وسلم نے اِس واقعہ کو بیان کرکے فرمایا کہ اس پر میں ایمان لاتا ہوں اور ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی حالانکہ ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) وہاں موجود نہ تھے اور بخاری کی ایک دوسری روایت میں ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ایک شخص ایک بیل کو ہانک رہا تھا اور اس نے اسپر بوجھ لادا تھا یک بیل اُسکی طرف متوجہ ہوا اور اس سے کہنے لگا کہ میں بوجھ لادنے کے لئے نہیں پیدا کیا گیا بلکہ کھیت جوتنے کے لئے پیدا کیا گیا ہوں لوگ اِس واقعہ سے متعجب ہوتے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں اور ابوبکر اِس واقعہ پر ایمان لاتے ہیں۔

ابوبکر و عمر رضی اللہ عنہما اس وقت وہاں موجود نہ تھے مگر آنحضرت صلے اللہ علیہ وسلم نے ان حضرات کی تکمیل ایمان کی وجہ سے اور ایمان کامل کے اعتماد پر یہ فرمادیا کیونکہ آپ جانتے تھے کہ یہ دونوں حضرات بھی میری ضرور ہی تصدیق کرینگے۔

ترمذی نے حکم بن عطیہ سے اُنھوں نے ثابت سے اُنھوں نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب اپنے اصحاب یعنی مہاجرین و انصار کے پاس تشریف لاتے اور اُن میں ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) بھی ہوتے تو یہ کیفیت ہوتی کہ کوئی شخص ہیبت سے آپ کی طرف نظر اُٹھا کر نہ دیکھتا تھا بجز ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) کے یہ دونوں حضرات آپ کی طرف دیکھتے تھے اور آپ ان کی طرف دیکھتے تھے وہ آپ کو دیکھکر مسکراتے تھے اور آپ اُن کو دیکھکر مسکراتے تھے۔

[1] سبع کے معنی درندہ کے ہیں یوم السبع سے مراد قرب قیامت کا زمانہ ہو جب اذا الوحوش حشرت کا ظہور ہوگا۔ ۱۲ منہ

۱۶۴

ترمذی نے بروایت سالم بن ابی حفصہ اور اعمش ونیز بہت سے لوگوں سے نقل کیا ہے یہ سب لوگ عطیہ سے وہ حضرت ابو سعید خدری سے روایت کرتے ہیں کہ انھوں نے کہا کہ رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جنت میں اوپر کے درجہ والوں کو نیچے کے درجہ والے ایسا روشن دیکھیں گے جیسے تم اس ستارہ کو روشن دیکھتے ہو جو آسمان کے کنارہ پر ہو اور بیشک ابوبکر و عمر بھی انھیں اوپر کے درجہ والوں میں سے ہیں بلکہ ان سے بھی اچھے ہیں۔

حاکم نے بروایت عبد الملک بن عمیر نقل کیا ہے وہ ربعی بن حراش سے وہ حضرت حذیفہ ابن یمان سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم سے سُنا آپ فرماتے تھے کہ میں نے ارادہ کیا کہ اطراف ممالک میں چند اشخاص بھیجدوں جو لوگوں کو دین کے فرائض اور سنتیں سکھلائیں جس طرح حضرت عیسےٰ بن مریم علیہ السلام نے اپنے حواری بھیجے تھے اور وہ اُن کے دین کی اشاعت کرتے تھے۔ کسی نے کہا کہ آپ حضرت ابوبکر اور حضرت عمر (رضی اللہ عنہما) کو اس کام کے لئے کیوں نہیں بھیجدیتے آپؐ نے فرمایا کہ ان سے تو مجھے ہر وقت کام رہتا ہے اور بے شک وہ دونوں دین اسلام کے لئے مثل کان[1] اور آنکھ کے ہیں پھر وہ کس طرح مجھ سے جدا ہو سکتے ہیں۔

امام احمد بروایت عبد الحمید بن بہرام نقل کرتے ہیں وہ شہر بن حوشب سے وہ عبد الرحمن بن غنم سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابوبکر و عمر (رضی اللہ عنہما) سے فرمایا کہ اگر تم دونوں کسی مشورہ میں متفق ہو جاؤ گے تو میں تمہاری مخالفت نہ کروں گا۔

حاکم بروایت سُہیل بن ابی صالح اور محمد بن ابراہیم نقل کرتے ہیں وہ عبد الرحمن سے وہ ابی سلمہ بن عبد الرحمن سے وہ ابو اروی دوسی سے روایت کرتے تھے وہ کہتے تھے کہ میں نبی صلے اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں بیٹھا تھا اتنے میں حضرت ابوبکر اور حضرت عمر رضی اللہ عنہما

۱۶۵

---

[1] یہ حدیث کتب شیعہ میں بھی ہے چنانچہ کتاب معانی الاخبار میں امام موسےٰ رضا رحمہ اللہ سے روایت ہے کہ عن الحسن بن علی قال قال رسول اللہ صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم ان ابا بکر منی بمنزلۃ السمع وان عمر منی بمنزلۃ البصر وان عثمان منی بمنزلۃ الفواد (ترجمہ) حضرت حسن بن علی فرماتے ہیں کہ رسول خدا صلے اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا تحقیق ابوبکر مثل میرے کان کے ہیں اور عمر مثل میری آنکھ کے اور عثمان مثل میرے دل کے ہیں ۱۲ منہ

آئے رسول خدا صلے اللہ علیہ وسلم نے انھیں دیکھکر فرمایا سب تعریف اللہ کے لئے ہی جس نے ان دونوں سے مجھے قوت دی۔

ترمذی نے بروایت ابو حجاف عطیہ سے اُنھوں نے حضرت ابوسعید خدری سے نقل کیا ہے کہ وہ کہتے تھے رسول اللہ صلے اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کوئی نبی ایسا نہیں ہوا جس کے دو وزیر آسمان والوں میں سے اور دو وزیر زمین والوں میں سے نہ ہوں چنانچہ میرے دو وزیر آسمان والوں میں سے جبرئیل و میکائیل ہیں اور میرے دو وزیر زمین والوں میں سے ابوبکر و عمر ہیں۔

حاکم نے ابو اسحٰق سے اُنھوں نے زید بن یثیع سے اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ حضرت علی رضی اللہ عنہ فرماتے تھے لوگوں نے کہا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہم آپ کے بعد کس کو سردار بنائیں آپ نے فرمایا اگر تم ابوبکر (رضی اللہ عنہ) کو سردار بناؤ گے تو تم انھیں ہدایت کرنیوالا امانت دار دُنیا سے بے پروا آخرت کی جانب رغبت کرنیوالا پاؤ گے اور اگر عمر کو سردار بنالو گے تو تم انھیں ایک ایسا قوی امانت دار پاؤ گے کہ جو اللہ تعالیٰ کے حقوق بجالانے میں کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے نہیں ڈرتا اور اگر تم علی کو سردار بناؤ گے اور میں نہیں جانتا کہ تم ان دونوں کی موجودگی میں ایسا کرو[1] تو ان کو بھی ایک شخص ہدایت کرنیوالا ہدایت یافتہ پاؤ گے تم سب کو راہِ مستقیم پر چلائیں گے۔

ترمذی نے بروایت ابی حیان تیمی ان کے والد سے اُنھوں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ سے روایت کیا ہو وہ کہتے تھے کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ رحم کرے ابوبکر پر (اُنھوں نے بڑے بڑے کام کئے) مجھے اپنی بیٹی بیاہ دی اور مجھے دارہجرت (یعنی مدینہ) تک[2] سوار کرلائے اور بلال کو اپنے مال سے خرید کرکے آزاد کیا اللہ رحم فرمائے عمر پر سچ کہتے ہیں اگرچہ وہ تلخ ہو ان کو حق بات بولنے نے اس حال پر پہونچا دیا ہو کہ حق بولنے کے سبب ان کا کوئی دوست نہ رہا اللہ رحم فرمائے عثمان پر وہ ایسے باحیا ہیں کہ جن سے فرشتے حیا کرتے ہیں اللہ رحم فرمائے علی پر خداوندا جس طرف وہ پھریں ان کے ساتھ حق کو بھی اسی جانب پھیر دے۔

---

[1] آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو بذریعہ وحی معلوم ہوچکا تھا کہ مسلمانوں کا اتفاق شیخین کے ہوتے ہوتے کسی اور کی خلافت پر نہ ہوگا جیسا کہ صحیحین کی ایک دوسری حدیث سے یہ مضمون واضح ہے اِس لئے آپ نے ایسا فرمایا۔

[2] بوقت سفر ہجرت سواری کا بندوبست حضرت صدیق ہی کے انتظام و اہتمام سے ہوا تھا ۱۲ منہ

۱۶۶

باقی آئندہ

الرہبانیۃ فی الاسلام

آئینہ تربیت

خلاصہ تربیت السالک

اسلام میں رہبانیت نہیں ہے۔

اسلامی دین حنیف اسکی اجازت نہیں دیتا کہ انسان دنیا اور دنیاوی تعلقات سے قطع تعلق کرکے تجرد کی زندگی بسر کرے کیونکہ تمام علائق سے قطع تعلق کرنیکے بعد خدا کا ذکر کرنا بشریت اور انسانیت کے مقاصد سے بعید ہے یہی وجہ ہے کہ سالکان راہ حقیقت اور مرشدان طریقت نے عرفان حق اور معرفت الٰہی کے دو طریقوں میں سے یعنے جذب و سلوک میں سے سلوک کے درجے کو بالاتر بتلایا ہے اُن کے نزدیک انسانی کشمکش حیات کا مقابلہ کرکے خوشنودی خالق کو ملحوظ رکھنا اور نفس لوامہ کی تمام خواہشات کا مجاہدہ نہایت خوشگوار اور لذیذ ہے۔ اُن کا اعتقاد ہے کہ انسان کے اشرف المخلوقات حتی کہ ملائکہ مقربین سے فائق ہونے کی توجیہ صرف یہ ہے کہ انسان ضعیف البنیان کو بہت سے قطاع الطریق اور رہزنان راہ کا مقابلہ کرنا پڑتا ہے اور انسانی معاشرت کی کشمکش کا مقابلہ کرنا اور نفس و شیطان سے مجاہدہ کرنا۔ ہوتا ہے۔

بہر حال یہ ایک ناقابل انکار حقیقت ہے کہ سالک کو جن دشوار گزار گھاٹیوں اور سنگلاخ میدانوں سے گزرنا پڑتا ہے۔ اور جن مشکلات کا سامنا کرنا پڑتا ہے۔ وہ محتاج تعارف نہیں یہی وجہ ہے کہ اکثر اور بیشتر سالکین بڑی مہلک غلطیوں میں مبتلا ہو جاتے ہیں اسلئے ضرورت تھی کہ ان روحانی امراض کے چند مجرب نسخے مختلف احوال و کیفیات کے مناسب وقتاً فوقتاً بتائے جائیں تاکہ گمشدگان راہ کی ہدایت و فلاح کا ذریعہ ہو۔ اس مقصد کیلئے حکیم الامت مجدد الملت حضرت مولانا شاہ محمد اشرف علی صاحب مدظلہ العالی نے یہ سلسلہ قائم کیا کہ اپنے تمام حلقہ بگوشوں کے فراخور حال جو کچھ انہوں نے اپنی حالت بیان کی اس کا علاج بتلایا۔ اور پھر اس نفع کو عام کرنیکے لیے۔ الامداد کے پرچوں میں تربیۃ السالک کے نام سے مسلسل شائع کرانا شروع کردیا۔ چنانچہ اب وہ طب روحانی کی ایک مستقل کتاب ہوگئی ہے۔ چونکہ اس کتاب میں سے اپنے حالات کا صحیح اندازہ کرکے اپنے مزاج کے مطابق نسخہ تجویز کرنا ہر طالب سے کتاب کے ضخیم یا طبیعت کے نہ ہونے کی وجہ سے ممکن نہ تھا اسلئے اسی حکیم کے ایک کہنہ مشق اور تجربہ کار عطار یعنی حضرت مولانا عبدالحی صاحب استاد کلیہ جامعہ عثمانیہ جعل الجنۃ مثواہ نے اسکا ملخص کرکے ایک ایسا نوشدارو تیار کردیا۔ جو ہر قسم کے وبائی یعنی زمانی امراض کے لیئے مفید ہے۔ یہ خلاصہ جو آئینہ تربیت کے نام سے معروف ہے۔ ایک ایسی بہترین میانی اور اتنا کامل مجموعہ ہے کہ اگر اس کے مشورہ پر عمل کیا جائے اور ہر آڑے وقتوں میں اس سے امداد حاصل کیجائے تو انشاءاللہ تعالیٰ منزل مقصود تک پہنچنے میں کوئی رکاوٹ نہیں ہوسکتی اور بہت جلد وصال یار کی سعادت سے بہرہ اندوز ہوگا